٢

مبادیاتِ طب

فہرست عنوانات

طبِّ علمی

طبِّ عملی

7-A

حرفِ اوّل

حکیم مطلق کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے علم طب پیدا کر کے اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان کیا جس سے ان کے امراض اور تکالیف کا مداوا ہوتا ہے۔علم طب حکمت کی ایک شاخ ہے اور حکمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ من یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا ﴾

''گویا جس کو حکمت (عقل) بخشی گئی، اُس کو بہت بڑی دولت عطا فرمائی''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم طب ایک انتہائی شریف فن ہے اور اس کے حامل اور عامل کو بھی اس علم کی مناسبت سے شرافت کا انتہائی مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ بہترین طبیب وہ ہے جس کا اپنا مزاج اعتدال پر ہو۔اور انسان کے مزاج کا اعتدال اُس کو شرف وفضیلت کی دلیل ہے۔جب انسان کا مزاج نفسانی خواہشات کی غیر اعتدالی حالت سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اس کے اخلاق بھی اعتدال کے درجہ پر آنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ انسان کے مزاج کو ارتقاء کی بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

اگر معالج کا اپنا مزاج اعتدال پر نہ رہے اور اخلاق کی اقدار کمال پر نہ ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ اُس کا ذہن پوری قوت سے کام نہیں کر سکتا اور حکیمانہ مسائل اور عقلی دلائل جن سے مشکل مضامین حل ہوتے ہیں۔عام طور پر بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔اس لئے معالج کا اولین فرض ہے کہ اپنے دِل ودماغ کو خواہشاتِ نفسانی اور حرص وہوس سے دور رکھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهویٰ فان الجنة هی الماوی ﴾

گویا معالج کا فرض اوّلین ہے کہ علاج کے دوران میں خدا کے خوف کو اپنے دِل میں رکھے اور خواہشاتِ نفسانی سے دور رہے تا کہ اس کو ابدی مسرت وشادمانی حاصل ہو۔اس کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ معالج کسی قیمت پر بھی جھوٹ نہ بولے نہ جھوٹ پسند کرے اور ہمیشہ حق و صداقت کا گرویدہ بنا رہے۔

ہم نے تقریباً بیس سال کا طویل عرصہ اس فن شریف کو سمجھنے اور اس کی تحقیق پر خرچ کیا ہے۔اس سے جن حقائق ومعارف کا پتہ چلا ہے، ان کو بلا کم وکاست فن عزیز کی ترقی اور معالجین حضرات کی خدمت کے لئے اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔اس میں اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ کوئی بات ایسی نہ لکھی جائے جو تجربہ ومشاہدہ اور تحقیق میں درست ثابت نہ ہوئی ہو۔محض سنی سنائی باتوں، کتابوں کی بے معنی نقل اور بغیر غور وفکر کئے مسئلہ کو لکھنے کی جرأت نہیں کی بلکہ اس کو گناہِ عظیم خیال کیا ہے۔صحیح علم وہ ہے جس سے انسان کو خود فائدہ پہنچے اور دوسروں کے لئے بھی نفع کا باعث ہو اور وہ علم پوری طرح دِل ودماغ میں سرایت کر جائے۔ہم نے کوشش کی ہے کہ صحیح علم وفن کو بہترین طریق پر ذہن نشین کرائیں تا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں۔اس کتاب میں ہم نے کوشش یہ کی ہے کہ اُن قدیم مسائل کو جن کو عرصہ سات سو سال یعنی شیخ الرئیس بو علی سینا کے بعد سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔بلکہ اکثر مکھی پر مکھی ماردی گئی۔بڑی وضاحت سے اور عام فہم الفاظ میں آسان اور سہل خیالات کے ساتھ ذہن نشین کرایا ہے۔

اشارات: حکمت وہ علم ہے جس کے ذریعے بقدر طاقت بشری موجودات کی صحیح حقیقت معلوم ہو۔اس کے تحت بہت سے علوم وفنون اور ان کے اصول و فروعات (شاخیں) نکلتی ہیں۔اسی لیے علم وفن طب کو حکمت کی ایک قسم علم طبعی کی علمی وعملی شاخ کہا جاتا ہے۔(رجسٹریشن فرنٹ ۱۹۶۶ء فروری)

بعض مسائل ایسے تھے جن کو آج کل کی سائنس غلط قرار دیتی ہے، جن میں مسئلہ ارکان، اخلاطِ اربعہ، مزاج اور مسئلہ ارواح وقویٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بلکہ تشریح اور افعال الاعضاء کے بعض مسائل میں بھی موجودہ سائنس اور ڈاکٹری اختلاف کرتی ہیں۔ ان مسائل میں ہم نے بڑی جرأت سے کام لے کر حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں سے اکثر مضامین میں موجودہ سائنس اور ڈاکٹروں کی غلطیاں نکالی ہیں۔ بعض مضامین کی ایک ایسی حسین تعبیر و تفسیر کی ہے جس سے وہ مسائل و مضامین باہم منطبق ہوگئے ہیں۔ بعض مسائل میں بالکل نئی راہیں پیدا کی ہیں۔ اس سے پہلے ان حقائق کو طب یونانی نے بیان کیا ہے اور نہ کسی اور طب نے بلکہ موجودہ سائنس بھی اُن حقائق سے خالی ہے۔ ان مضامین کو پڑھنے کے بعد ہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے گا اور پوری طرح لطف اندوز ہوا جا سکے گا۔

علم اسباب فن علاج کی جان ہے اور ان کو سمجھنے سے ہی امراض ذہن نشین ہوتے اور رفع کرنے سے مرض جڑ سے چلا جاتا ہے۔ اس لئے اس علم پر خاص زور دیا گیا ہے اور اس کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ علم العلامات کی اہمیت بھی کسی طرح کم نہیں۔ انہی سے مرض کی تشخیص ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ خاص طور پر نبض اور قارورہ کو بڑی محنت سے عجیب انداز میں ذہن نشین کرانے کی سعی کی ہے۔ کیونکہ نبض اور قارورہ کا علم تقریباً مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان علوم کے ساتھ معالجین کا وقار قائم ہوتا ہے، جو معالج بغیر مریض کے مرض بتائے نبض اور قارورہ دیکھ کر خود تمام امراض کو از اوّل تا آخر بیان کر دیتا ہے تو اس کی حذاقت اور کامیابی کا سکہ جم جاتا ہے۔ جو اصحاب فن علاج کا شوق اپنے دِل میں رکھتے ہیں، وہ ذرا سی کوشش سے نبض اور قارورہ پر اچھی خاصی دسترس حاصل کرلیں گے اور رفتہ رفتہ ان علوم میں کامل مہارت پیدا ہو جائے گی۔

علم حفظانِ صحت نہ صرف ہر ذی روح کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کا جاننا معالج کے لئے از حد ضروری ہے۔ کیونکہ جب وہ اس پر پوری طرح عبور حاصل کر لے گا تو وہ اپنے مریضوں کو صحت کے قیام کے اصولوں سے روشناس کرا سکے گا۔ اور ان کو ان حقائق کا پابند کر دے گا۔ جن سے صحت قائم رہتی اور اپنے کمال کی طرف بڑھتی ہے۔

علم العلاج میں ہم نے علاجِ کلی کی صورت میں تقریباً تمام اہم مسائل پر بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ یہ مسائل انتہائی ضروری ہیں۔ جب تک ایک معالج ان پر پوری طرح حاوی نہ ہو، وہ کسی مرض کے علاج سے بھی کامیابی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ ہر معالج کا فرض ہے کہ وہ ان اصولِ کلی کو پوری طرح ذہن نشین کر لے تاکہ علاج کے دوران میں جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان سے محفوظ رہے۔

یہ کتاب صرف مبادیاتِ طب پر ہے۔ اس لئے اس میں صرف مبادی و قوانین کو بیان کیا ہے اور عقلی موشگافیوں اور دلائل و مباحث سے گریز برتا ہے۔ کیونکہ اگر عقلیات و دلائل کو دخل دیا جائے تو ابتدائی طالب علم علم و فن حاصل کرنے کی بجائے بحث و تمحیص کی اُلجھنوں میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ ابتدائی دور میں مطول اور غیر ضروری مباحث سے گریز کریں، تاکہ طالب علم پہلے صحیح قوانین سے واقفیت حاصل کر لے، اُس کے بعد بحث و تمحیص کے لئے میدان کھلا ہے۔ جہاں وہ حقائق و قوانین کے جاننے کے بعد کبھی بھی غلطی کا شکار نہ ہوگا بلکہ اس کو مطالعہ کا شوق پیدا ہو جائے گا اور وہ خود تحقیق و تدقیق کو اپنا مشغلہ بنا لے گا۔

ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہر معالج کو کم از کم اس قدر علم و فن کے قوانین اور حقائق سے ضرور واقفیت ہونی چاہئے۔ اور جو لوگ بھی اس کتاب پر پوری طرح دسترس حاصل کرلیں گے وہ انشاء اللہ تعالیٰ بہترین قسم کے معالجین میں شمار ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

صابر ملتانی

یکم فروری 1958ء

دیباچہ

ہر علم وفن میں اُس کے مبادیات کے جاننے کی اہم ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک کسی علم وفن کے مبادیات کا صحیح طور پر پتہ نہ چلے، اُس وقت تک وہ علم وفن پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کا کمال حاصل کرنا، بغیر مبادیات کے جانے ناممکن اور محال ہے۔ یہی صورت علم وفن طب میں بھی پائی جاتی ہے، بلکہ دیگر علم وفن سے بھی بہت زیادہ، کیونکہ اس میں عقلیات کا بہت زیادہ دخل ہے اور ایک اچھے معالج کو اکثر کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات کی طرف آنا پڑتا ہے۔ یعنی وہ کبھی کلی قوانین کے تحت جزوی معانی اخذ کرتا ہے اور کبھی جزوی معلومات سے کلیات کو ترتیب دیتا ہے۔ اسی طرح ایک طبیب کو بارہا تصورات قائم کرنے پڑتے ہیں اور اپنے علم کے تحت دلائل کے ساتھ تصدیقات کی طرف آنا پڑتا ہے۔ گویا ہر اچھے طبیب کے لئے لازم ہے کہ وہ علوم وعقلیات سے بھی کچھ بہرہ ور ہو۔ تاکہ ان کلیات وجزئیات کے تجزیہ وترتیب اور تصورات وتصدیقات کو عملی جامہ پہنا سکے۔ لیکن یہ سب کچھ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے، جب وہ فن وعلم طب کے مبادیات اور اصطلاحات سے پوری طرح آگاہ ہو۔

مبادیاتِ طب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے جو مشکلات پیش آتی ہیں، اُن کا ایک نمایاں تصور اور گہرے اثرات میرے دماغ اور ذہن میں میری طالب علمی کے زمانے سے شدت کے ساتھ قائم ہیں۔ پھر جب مجھے شاہدرہ طبیہ کالج میں فن طب پڑھانے کی خدمت سپرد کی گئی تو نئے نئے طلبہ کو مبادیات طب سمجھانے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہوا، کیونکہ مبادیات طب پر کوئی حسب پسند کتاب دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے اکثر طالب علموں کو زبانی نوٹ لکھانے پڑتے تھے اور وہ نوٹ اکثر تو کالج کے زمانہ ہی میں طالب علم سے ضائع ہوجاتے تھے یا تعلیم ختم کرنے کے بعد جب طالب علم علاج معالجے کی دُنیا میں داخل ہوتا تو وہ ایک طبیب کی حیثیت سے علاج اور ادویات تک ہی محدود ہوجاتا اور یہ قیمتی نوٹ اکثر ضائع ہوجاتے۔ اس لئے مدت سے خیال تھا کہ تعلیم طب کے لئے مبادیاتِ طب کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جائے جو ہر نوارد طالب علم اور اہل شوق کے لئے مفید اور کامیاب ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھنے میں سہل اور سمجھنے میں زود فہم ہو۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اول طالب علم بڑی سہولت کے ساتھ علم وفن طب حاصل کرسکیں گے اور یہ ضروری کتب ان کے پاس محفوظ بھی رہ سکیں گی۔ دوسرے اہل شوق علم طب کو اصولی طور پر حاصل کرسکیں گے جو اس سے پہلے تقریباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اہل شوق اکثر علم طب کی کوئی علاج کی کتاب خرید لیتے ہیں اور اس کے تحت اپنا شوق پورا کرتے ہیں۔ جس کی صورت اکثر اس قسم کی ہوتی ہے کہ وہ لوگ کسی علاج کے عنوان کے تحت جو ادویات لکھی ہوتی ہیں، ان کو بے دھڑک اپنے اور اپنے بال بچوں پر یا دیگر مریضوں پر استعمال کرنا شروع کردیتے ہیں جو اکثر نقصان رساں ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ نہ تو مبادیاتِ طب اور اصطلاحات سے واقف ہوتے ہیں اور نہ قوانین طب اور اصول فن کا اُن کو علم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اکثر مزاج وکیفیات اور ان کے مدارج اور احکامِ خصوصی کو نظرانداز کرتے ہوئے علاج کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ سلسلۂ تعلیم طب کے مبادیات قلم بند کرنے سے بے حد فوائد حاصل ہوں گے۔

علم وفن طب پر جس قدر کتب شائع ہوئی ہیں، ان میں جناب شیخ الرئیس بوعلی سینا بن حسین صاحب کی کتاب ''القانون'' کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی خوبیوں اور بے حد افادیت کے مدنظر وہ کتاب تقریباً ہر زبان میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ بلکہ یورپ کی یونیورسٹیوں

میں تقریباً سات سو سال تک تدریس میں شامل رہی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس کتاب میں جس قدر حقائق بیان کئے گئے ہیں وہ قانون (Laws) کا درجہ رکھتے ہیں اور آج بھی زمانے کی ضرورت کے مطابق چند معمولی ترمیمات و تنسیخات کے علاوہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی اور سچ تو یہ ہے کہ جب تک ''القانون'' کو پوری طرح سمجھا نہ جائے علم و فن طب پوری طرح ذہن نشین نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین ایک بہت اچھے انداز میں کی گئی ہے۔ اس کو چار فنون میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فن اوّل میں امورِ طب کے قوانین کلی پر بحث کی گئی ہے۔

فن دوم میں علم الادویہ کے افعال و خواص ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔

فن سوم میں امراض خصوصی کی تفصیل و تشریح کی گئی ہے۔

فن چہارم میں امراضِ عامہ کے حقائق و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ گویا ایک گلدستہ ہے جو سجا کے رکھ دیا ہے۔ جس کی خوشبو اصحابِ فن اور اہل شوق کے لئے مشامِ جاں سے کم نہیں۔ اس مسلمہ حقیقت کو بیان کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اس میں ایسے لاتبدل قوانین اور افادی قوانین بیان کئے گئے ہیں جن کا جواب آج بھی یورپی دُنیا کی سائنس بھی نہیں دے سکتی۔ اس کی ترتیب و تدوین سے ذہن اور دماغ میں جو جلا پیدا ہوتا ہے، وہ یورپ اور مغربی طب کی کسی کتاب سے ممکن نہیں۔ اس لئے ہم نے اپنی اس کتاب ''مبادیاتِ طب'' کے لئے جو کتاب منتخب کی ہے وہ ''القانون'' ہی ہے۔ البتہ اس میں ضروریات زمانہ کے مطابق ان قوانین کو عام فہم زبان میں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے، تاکہ مبتدی اور اہل شوق زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

''القانون'' کی طوالت کے باعث اس کی تلخیصات اور نچوڑ تقریباً اسی زمانہ اور بعد کے قریب زمانہ ہی میں کئے گئے۔ جن کو ''قانونچہ'' اور ''موجز'' کے نام دیئے گئے۔ جن میں صرف علم و فن طب کے قوانین کو بیان کیا گیا اور طویل تشریحات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ البتہ بعد کے زمانہ میں ''قانونچہ'' اور ''موجز'' کی تفسیریں لکھی گئیں اور ان قوانین کو ذہن نشین کرانے کے لئے بے حد موشگافیاں ہوئیں۔ لیکن اس طرح نہ صرف غلط مبحث کی صورت پیدا ہوگئی بلکہ بے حد خس و خاشاک اور لایعنی مباحث سے حقیقت مستور ہو کر رہ گئی۔ کیونکہ ان تشریحات اور تفہیمات میں بے معنی اور بے ضرر فلسفہ اور منطق کو داخل کیا گیا۔ جس کی وجہ سے طالب علم کے دماغ پر بے حد بوجھ ڈال دیا گیا اور اس کے لئے لازم ہو گیا کہ وہ علم و فن طب کے ساتھ ساتھ فلسفہ اور منطق کے مباحث کو بھی ذہن نشین کرے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ طالب علم ان مباحث کی اہمیت اور دلچسپی میں اپنے مقاصد سے دور ہو گئے اور فن طب پر جس قسم کی دسترس حاصل ہونی چاہئے تھی وہ کامیابی کے ساتھ ان کتب سے حاصل ہونی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گئی۔

ہم علم طب میں فلسفہ اور منطق کی چاشنی یا ضرورت کے مخالف نہیں، کیونکہ کسی علم و فن کے حقائق بغیر علم فلسفہ اور علم منطق کے ذہن نشین نہیں ہو سکتے، لیکن یہ اُس وقت تک ہی مفید ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو صرف اُس علم و فن کی اصطلاحات کے افہام و تفہیم تک ہی محدود رکھا جائے۔ لیکن جب ان حدود سے باہر قدم رکھا جائے اور ہر بے ضرورت اور واضح مسائل کے امکانات اور حقیقتِ امری پر بحث کی جائے اور پھر یہ مبحث جواب الجواب کی صورت میں شیطان کی آنت کی طرح طوالت اختیار کرلے، تو پھر ان صورتوں سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے غیر ضروری فلسفیانہ اور منطقیانہ مباحث سے اجتناب برتا ہے اور کوشش کی ہے کہ سوائے ضروری مسائل اور قوانین کے غیر ضروری اور بے معنی مبحث سے دوری اختیار کی جائے۔ تاکہ طالب علم کا ذہن اس علم و فن کے حقائق سے نہ صرف پوری طرح مستفیض ہو سکے بلکہ ان حقائق سے عملی صورت میں بھی کامیابی حاصل کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ فنی اصطلاحات اور مشکل قوانین کو عام فہم صورتوں میں ساتھ ساتھ ذہن نشین کرایا جائے اور جس جس مقام پر اہم قوانین اور ضروری اصطلاحات کا ذکر آ گیا ہے، ان

کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ ذہن نشین کرانے کی پوری کوشش کی ہے جس سے ایک عام ذہن کا طالب علم بھی پوری طرح مستفیض ہو سکتا ہے اور اہل شوق بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے ''القانون'' کے تلخیصات میں ''قانونچہ'' اور ''موجز'' کی مختلف مطبوعات ہیں۔ لیکن ان کو غور سے مطالعہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ان میں ''قانون'' کی تلخیص کرتے ہوئے مختلف قسم کی کوتاہیاں برتی گئیں اور غلطیاں کی گئی ہیں۔ اور سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ان میں اکثر مسائل کو سمجھاتے ہوئے موجودہ دور اور سائنس کو مدنظر رکھا گیا۔ اس وجہ سے ان قوانین کو بعد از زمانہ نظریات اور موجودہ دور کے لئے غیر ضروری اصول تصور کیا گیا۔ ان وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے کوشش کی ہے کہ ''القانون'' کے تمام مسائل نہ صرف عام فہم ہو جائیں، بلکہ موجودہ دور کی ضروریات کے بھی مطابق ہو جائیں۔

جہاں تک ''قانون'' کے تلخیصات ''قانونچہ'' اور ''موجز'' کا تعلق ہے۔ ان میں بہت سی اختلافی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

① بعض مسائل کو ''قانونچہ'' میں کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس کے برعکس موجز میں انہی مسائل کو اتنے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ایک طالب علم پوری طرح سمجھ نہیں سکتا۔

② بعض مسائل کی ترتیب ایک دوسرے کے خلاف پائی جاتی ہے۔ کیونکہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ جن میں مسائل کی ترتیب کا اصول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

③ بعض اصطلاحات کو اتنی اچھی طرح ذہن نشین نہیں کرایا گیا کہ طالب علم کو اُن کا صحیح تصور ہو سکے۔

④ بعض مسائل کو ذہن نشین کرانے کے لئے دونوں کتابیں تسلی بخش ثابت نہیں ہوتیں، جب تک کوئی قابل اُستاد ان مسائل کو اچھی طرح ذہن نشین نہ کرائے۔

یہی وجہ ہے کہ اطباء میں ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کے مزاج اس کے نفسیاتی اثرات اور جسم کی علامات خاص طور پر قارورہ اور نبض کو پوری طرح سمجھنے والے بہت کم ہیں اور یہ اہم مضامین اطباء اور معالجین کے درمیان مفقود ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آج ایسا وقت آ گیا ہے کہ تمام ہندوستان و پاکستان میں ان مسائل پر پوری طرح عبور رکھنا تو درکنار ان کو سمجھنے والے بھی شاید انگلیوں پر گنے جا سکیں اور تلاش کرنے پر شاید ایک بھی نہ مل سکے۔ اسی لئے ان مسائل کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے اور ان پر پوری پوری روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ اس کتاب سے وہ خاص طور پر اس طریقہ تعلیم سے زیادہ سے زیادہ طلباء اور اہل شوق کامیابی کے ساتھ فیض حاصل کر سکیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے مجھے خاص طور پر اپنے نور اور ہدایت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

خادمِ فن

صابر ملتانی

9 جولائی 1958ء

علمِ طب

تعریف: علم طب اُس علم کا نام ہے جس کے ذریعے بدنِ انسان کے حالاتِ صحت و حالاتِ مرض کا پتہ چلتا ہے۔

غرض و غایت: علم طب کی غرض و غایت یہ ہے کہ اگر صحت ہو تو اُس کی نگہداشت کی جائے اور مرض پیدا نہ ہونے دیا جائے، یعنی صحت کو برقرار رکھا جائے۔ اگر حالتِ مرض ہو تو حتی الامکان اُس کے ازالہ کی کوشش کی جائے اور مرض کو صحت کی طرف لوٹایا جائے۔

موضوع: جسم انسان جس میں اس کا نفس اور روح دونوں شریک ہیں۔

علمِ طب کی تقسیم

''علم طب'' دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: ① علمی یا نظری ② عملی۔

فی الحقیقت یہ دونوں قسمیں علم ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کی تشریح حسب ذیل ہے۔

حصہ علمی یا نظری کی تعریف: وہ علم ہے جس سے محض اشیاء اور کائنات کا علم اور اُس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ارکان یا کسی شے کی ذات اور اُس کے افعال کا علم۔ علاوہ ازیں اس میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں جن کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

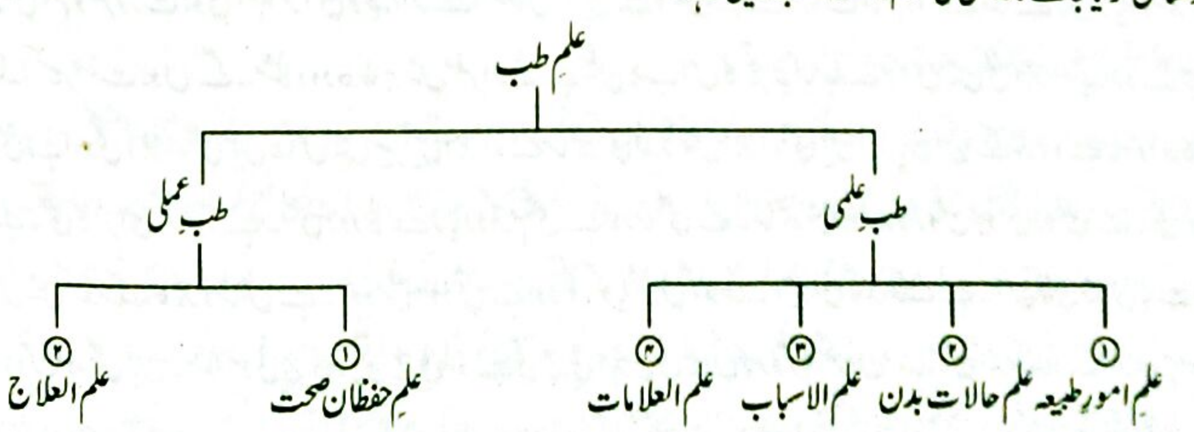
حصہ عملی کی تعریف: وہ علم ہے جس میں ایسے مسائل ہوتے ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے۔ مثلاً ورزش کیسے کی جائے، اگر کوئی مرض ہو تو اس کا علاج کیسے عمل میں لایا جائے، نیز صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کن اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ گویا عملی سے مراد عمل کا علم مراد ہے یعنی اس میں بتایا جاتا ہے کہ عمل کیسے کیا جائے، گویا یہ بھی ایک علم ہے۔

طب علمی اور عملی کی مزید تقسیم

طبِ علمی: طب علمی کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: ① امور طبیعہ کا علم ② بدنِ انسان کے حالات ③ علم الاسباب ④ علم العلامات۔

طبِ عملی: طب عملی کی دو اقسام ہیں: ① علم حفظان صحت ② علم العلاج۔

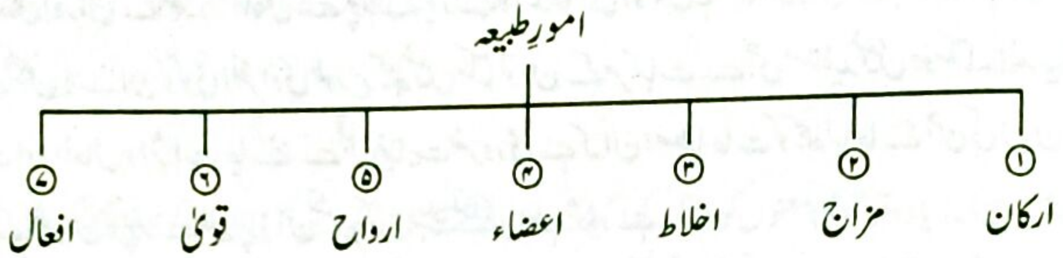
یہ علم طب کا مکمل خاکہ ہے، ان کی مزید تشریح اور توضیح آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔ مگر اختصار کے ساتھ یہاں صرف مبادیاتِ طب سے روشناس کرایا جائے گا۔ اس کی تقسیم کا نقشہ حسب ذیل ہے۔



جزواوّل

امورِ طبیعه

تعریف: امورِ طبیعہ چند ایسے امور ہیں جن پر بدنِ انسان کی بنیاد قائم ہے۔ یعنی بدن انسان انہی سے مل کر بنا ہے۔ ان میں سے اگر ایک کو بھی نفی فرض کرلیں تو بدنِ انسان قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ امور حسب ذیل ہیں:



① ارکان

تعریف: ارکان چند ایسے بسیط اجسام ہیں جو بدنِ انسان وحیوان اور نباتات و جمادات میں پائے جاتے ہیں، جن کا مزید تجزیہ نہیں ہوسکتا، یعنی ایسے اجزاءِ اوّلیہ جو مختلف صورتوں اور طبیعتوں کے اجسام میں تقسیم نہیں ہو سکتے۔ گویا وہ اجزاء لاتجزیٰ ہیں یعنی ان اجزاء کو مختلف دیگر اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ ارکان رکن کی جمع ہے، جس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ایک بنیادی چیز ہے۔ گویا چاروں ارکان کائنات میں زندگی کے بنیادی اجزاء ہیں۔ وہ چار[1] ہیں: (۱) آگ - جو گرم خشک ہے۔ (۲) ہوا - یہ گرم تر ہے۔ (۳) پانی - یہ سرد تر ہے۔ (۴) مٹی - یہ سرد خشک ہے۔



---

[1] آیورویدک پانچ ارکان تسلیم کرتے ہیں۔ یعنی وہ ان چار ارکان کے ساتھ ایک ''آکاش'' کا بھی اضافہ کرتے ہیں، جس کو ہم اثیر اور انگریزی میں ایتھر (Ether) کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کی ترتیب اس طرح ہے: (۱) آکاش (۲) اگنی (۳) وایو (۴) جل (۵) پرتھوی۔ مغربی سائنس تقریباً 99 عناصر تسلیم کرتی ہے۔ گویا انہوں نے آج تک جس قدر عناصر میں تحقیق اور معلومات کی ہے، وہ 99 کے قریب ہیں۔ جن میں ذیل کے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ (۱) آئرن - لوہا (۲) آرسینک - سنکھیا (۳) آرگن (۴) اریڈیم (۵) اسٹرانیشیم (۶) اسکینڈیم (۷) انڈیم (۸) اوسی سیم (۹) آکسیجن - نسیم الخ.....

② مزاج

تعریف: ارکان کے امتزاج میں فعل وانفعال، اثر ومتاثر اور کسر وانکسار کے بعد جو کیفیت پیدا ہوتی ہے، اُس کا نام مزاج ہے۔ اس امتزاج میں چاروں کیفیات کا مساوی ہونا ضروری نہیں۔ اس میں جو ایک قسم کا اعتدال پایا جاتا ہے، وہ اعتدال فی القسمت (مزاج معتدل فرضی) یا باضرورت ہے۔ یعنی جس مزاج میں ان کیفیات کی جس قدر ضرورت ہو وہ پائی جائیں ان کیفیات میں حرارت اور برودت کو کیفیاتِ فاعلہ اور رطوبت اور یبوست کو کیفیاتِ مفعولہ تسلیم کیا گیا ہے۔

مزاجِ حقیقی

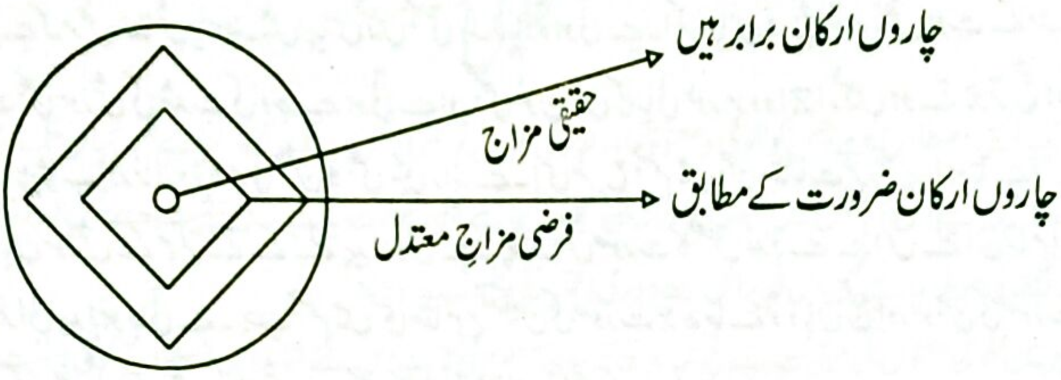
چاروں کیفیات کا کسی مزاج میں برابر اور مساوی پایا جانا ناممکن ہے، اس مزاج کو نقلی یا حقیقی کہتے ہیں، چونکہ اس کا عقلی اور حقیقی مزاج کا مقام ناممکن ہے، اس لئے اطباء نے ایک فرضی مزاج تسلیم کیا ہے۔

فرضی مزاج

یعنی ایسا مزاج جو ضرورت کے مطابق موالید ثلاثہ (حیوانات، نباتات، جمادات) کی کسی شے کو عطا کیا جائے۔ جس سے اس کی صحت قویٰ اور نشوونما قائم رہے، یعنی جس مزاج میں گرمی کی زیادہ ضرورت ہو اُس کو گرمی زیادہ دی جائے اور جس مزاج میں سردی کی زیادہ ضرورت ہو اس کو سردی زیادہ دی جائے۔ یہ مزاج ''عدل فی القسمت'' ہے۔ مثلاً شیر کو حرارت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور خرگوش میں برودت کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر ان کے مزاج میں کمی بیشی ہو جائے تو ان کی صحت، قویٰ اور نشوونما قائم نہیں رہ سکتی۔ بس یہی مزاج کا معتدل ہونا

بقیہ..... (۱۰) ایری بیم (۱۱) ایلومینیم (۱۲) اینٹی منی - سرمہ (۱۳) آیوڈین (۱۴) بیریم (۱۵) برومین (۱۶) بسمتھ - سونا مکھی (۱۷) بورون (۱۸) بیریلیم (۱۹) پرسیوڈیم (۲۰) پلاٹینم (۲۱) پوٹاشیم - کھار (۲۲) پلاڈیم (۲۳) تھیولیم (۲۴) تھوریم (۲۵) تھیلیم (۲۶) ٹٹینیم (۲۷) ٹربیم (۲۸) ٹن - ٹین (۲۹) ٹنگسٹن (۳۰) ٹیلوریم (۳۱) ٹین کالم (۳۲) جوسنیم (۳۳) ڈسپروسیم (۳۴) روبیڈیم (۳۵) روتھنیم (۳۶) رہوڈیم (۳۷) ریڈیم (۳۸) زمنیم (۳۹) زرکونیم (۴۰) زنک - جست (۴۱) سلفر - گندھک (۴۲) سلور - چاندی (۴۳) سیلیکن (۴۴) سیماریم (۴۵) سوڈیم (دھاتِ نمک) (۴۶) سیریم (۴۷) سلینیم (۴۸) فلورین (۴۹) فاسفورس (۵۰) کاربن - دخان (۵۱) کرپٹون (۵۲) کرومیم (۵۳) کوبالٹ (۵۴) کاپر - تانبا (۵۵) کولمبیم (۵۶) کیڈمیم (۵۷) کیشیم (۵۸) کیلشیم - چونا (۵۹) کلورین (۶۰) گلوشیم (۶۱) گیلیم (۶۲) گولڈ - سونا (۶۳) گڈولینیم (۶۴) لناتھیانیم (۶۵) لیتھیم (۶۶) لیٹیشیم (۶۷) لیڈ - سیسہ (۶۸) مرکری - پارہ (۶۹) جولیبیڈیم (۷۰) گلینیشم (۷۱) مینگنیز (۷۲) نائٹروجن - شورہ (۷۳) نیون (۷۴) نکل (۷۵) نیون (۷۶) نیوبیم (۷۷) نیوڈیم (۷۸) ڈیناڈیم (۷۹) ہائیڈروجن - پانی (۸۰) ہولیم (۸۱) ہیلیم (۸۲) ٹیرپیم (۸۳) یوٹریم (۸۴) یوریم (۸۵) یورینیم۔ مغربی سائنس کی اس تحقیق سے کہ عناصر چار نہیں بلکہ 99 ہیں طبی دُنیا میں بہت بڑا مغالطہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی مکمل تشریح ہماری کتاب ''فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ مگر یہاں پر اس قدر جان لیں کہ ارکان مادے کی ابتدائی صورت کا نام ہے جو چار ارکان کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مگر وہ مادی صورتوں میں ظاہر نہیں ہوتے۔ یہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی، دراصل وہ حقیقی ارکان نہیں بلکہ ان کے لطیف اور مادی صورتیں ہیں، انہی کی مزید تقسیم در تقسیم سے یہ سائنس کے 99 عناصر پیدا ہو گئے۔ گویا ارکان اور عناصر دو مختلف چیزیں ہیں۔ یا یوں سمجھ لیں کہ ارکان کے بعد عناصر پیدا ہوتے ہیں۔ اور آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ عناصر مزید سالمات اور برقیات میں تقسیم ہو سکتے ہیں اور اسی تقسیم کے نتیجہ میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم وجود میں آئے ہیں۔

تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن جن کا مزاج معتدل فرضی، حقیقی یا عقلی کے زیادہ قریب ہوگا، ان کا مزاج سب سے زیادہ معتدل ہوگا۔ چونکہ انسان کا مزاج تمام کائنات میں مزاج معتدل حقیقی کے بہت قریب ہے۔ اس لئے انسان اس دُنیا میں سب سے زیادہ معتدل اور اشرف المخلوقات ہے۔ اسی نسبت سے نوعی، صنفی، شخصی امزجہ کے خارجی داخلی فروق پائے جاتے ہیں، جو اگرچہ تمام بالقیاس ہیں، مگر حقیقت پر مبنی ہیں۔

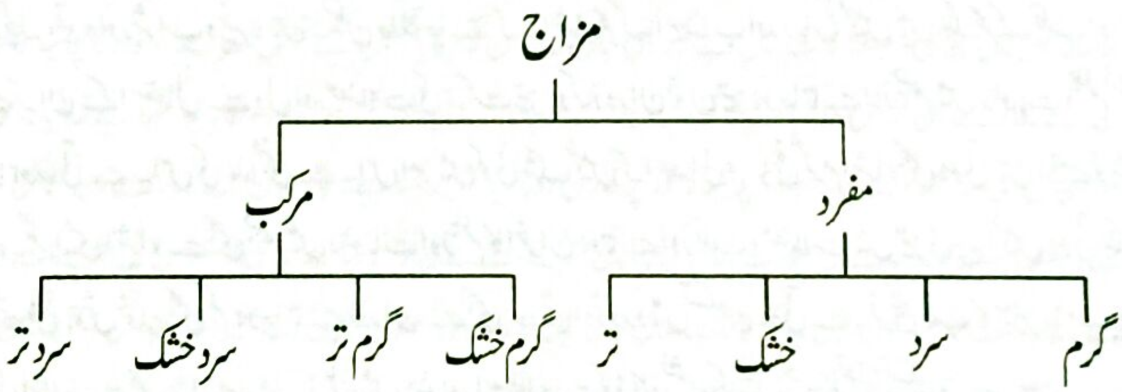


مزاج غیر معتدل

غیر معتدل فرضی ایسا مزاج ہے جو کسی فرضی معتدل مزاج کو اعتدال سے دور کر دے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) مفرد (۲) مرکب۔ پھر ہر دو کی چار چار قسمیں ہیں۔

اقسامِ مفرد: (۱) گرم (۲) سرد (۳) خشک (۴) تر۔

اقسامِ مرکب: (۱) گرم خشک (۲) گرم تر (۳) سرد خشک (۴) سرد تر۔



مزاجِ عمر

عمر کے اعتبار سے جوان زیادہ معتدل ہوتے ہیں۔ بچوں میں حرارت جوانوں کے برابر مگر رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے بچوں کی حرارت نرم اور جوانوں کی حرارت تیز ہوتی ہے۔ ادھیڑ اور بوڑھے اشخاص کے مزاج سرد خشک ہوتے ہیں۔ مگر بوڑھے ایک عارضی اور سطحی[1] رطوبت کی وجہ سے مرطوب ہوتے ہیں۔

---

[1] رطوبت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک حقیقی اور ایک غیر حقیقی۔ درخت کی ٹہنی میں حقیقی یعنی اصلی رطوبت ہوتی ہے۔ سوکھی ہوئی لکڑی کو پانی میں ڈبو دیا جائے تو یہ رطوبت سطحی اور عارضی یعنی غیر حقیقی رطوبت ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے حرارت غریزی اور حرارت غریبہ ہے۔

مزاجِ اعضاء

اعضاء بدن میں سب سے زیادہ معتدل سرانگشتِ شہادت کی جلد ہے، اس کے بعد باقی انگلیوں کے اگلے پوروں کی جلد پھر انگلیوں کی جلد، پھر غار کف کی جلد، پھر کفِ دست کی جلد، پھر ہاتھ کی جلد، پھر عام جلد۔ جملہ اعضاء میں سب سے زیادہ گرم ''دِل'' ہے۔ اس کے بعد جگر۔ اس کے بعد گوشت۔

اعضاء میں سب سے زیادہ سرد ہڈی، پھر کری، پھر رباط، پھر عصب، پھر تمام نخاع، پھر دماغ۔

تمام بدن میں سب سے زیادہ تر سمین (پتلی چربی)، پھر شحم (موٹی چربی)، پھر نرم گوشت، پھر دماغ، پھر نخاع۔

بدن میں سب سے زیادہ خشک بال ہیں، اس کے بعد ہڈی، پھر کری، پھر رباط پھر اعصاب ہیں۔

③ اخلاط

تعریف: اخلاط ایسا تر سیال ہے جس کی طرف غذا تحلیل ہو کر آ جاتی ہے۔ یعنی جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ ہضم ہو کر کیلوس اور کیموس کی صورت کے بعد اخلاط کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

تعداد: اخلاط[1] چار ہیں: (۱) **خون**- جو گرم تر ہے۔ (۲) **صفراء**- جو گرم خشک ہے۔ (۳) **بلغم**- جو سرد تر ہے۔ (۴) **سودا**- جو سرد خشک ہے۔

خون: جملہ اخلاط سے افضل و برتر ہے۔ یہ بدن کی غذا بنتا ہے۔ اس کی پرورش کرتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) طبعی (۲) غیر طبعی۔

طبعی خون: طبعی خون وہ ہے جو جگر[2] میں پیدا ہوا اور بدن کو اس سے فائدہ پہنچے۔ یہ خون سرخ، بے بو، معتدل قوام اور شیریں ہوتا ہے۔

غیر طبعی خون: غیر طبعی خون ان اوصاف میں خون طبعی سے مختلف ہوتا ہے۔

---

① آیورویدک اپنے اخلاط کو دوش (بگڑنے والا) کہتے ہیں۔ وہ تعداد میں تین ہیں۔ (۱) وات، جس کا مزاج سرد خشک ہے۔ (۲) پت، جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ (۳) کف، جس کا مزاج سرد تر ہے۔ آیورویدک میں خون کو دوشوں میں شمار نہیں کرتے، بلکہ اس کو علیحدہ چیز کہتے ہیں، جس کا نام وہ رکت رکھتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق تینوں دوشوں کا حامل ہے۔ ایلوپیتھی (یورپی طب) صرف خون کو خلط مانتی ہے، وہ صفراء، سودا اور بلغم کو خلط نہیں مانتے۔ بلکہ ان کو خون کے فضلات میں شمار کرتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اخلاط کے امزجہ اور کیفیات کے بھی قائل نہیں اور اسی باعث وہ علاج میں مزاج و کیفیات اور اخلاط کو مدنظر نہیں رکھتے۔

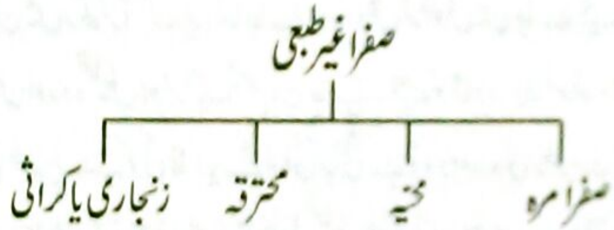
حقیقت اخلاط: اخلاط کی حقیقت بالکل دودھ کی طرح ہے۔ جب دودھ کچا ہوتا ہے تو وہ ایک ہی چیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کو گرم کیا جاتا ہے تو اس کے اوپر بالائی آ جاتی ہے اور اُس کے اندر دانے پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کی رطوبت سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ایک حصہ ثفل کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور اکثر جل جاتا ہے، گویا یہ چار حصے (۱) بالائی (۲) ذرات یا دانے (۳) رطوبت یا مائیت (۴) ثفل یا درد یہ سب اُسی دودھ میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح سب کیلوس بننے کے بعد اس میں حرارت اثر کرتی ہے، تو اس کے بعد اسی طرح چار جز بن جاتے ہیں جو حصہ بالائی کی طرح جھاگ کی شکل میں اوپر ہوتا ہے، جس کا رنگ سرخی مائل زرد ہوتا ہے، اس کو صفراء کہتے ہیں اور جو ذرات کی شکل میں سرخ دانے پائے جاتے ہیں، اُس کو خون کہتے ہیں جو خون کی مائیت ہے اس کو بلغم کہتے ہیں۔ اس کی رنگت سفید ہوتی ہے، نیچے تلچھٹ بیٹھ جاتی ہے، جس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ اس کو سودا کہتے ہیں۔ جب تک یہ اجزاء خون میں شریک رہتے ہیں یہ اخلاط ہیں اور جب خون سے باہر اخراج پاتے ہیں تو فضلات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

② فی الحقیقت ہر خلط طبعی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جگر میں پیدا ہو اور بدن کو مطلوبہ فوائد پہنچائے جو خلط جگر میں پیدا نہ ہو اور بدن کو مطلوبہ فوائد نہ پہنچائے، تو وہ غیر طبعی خلط کہلاتی ہے۔

صفراء طبعی: صفراءِ طبعی خون طبعی کی وہ جھاگ ہوتے ہیں جو شوخ زردی مائل سرخ ہوتے ہیں۔ ان کا وزن ہلکا ہوتا ہے، اُن کے مزاج میں تیزی ہوتی ہے وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے، اُس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ خون کو لطیف بنا کر رگوں میں پہنچاتا ہے۔ دوسرے پھیپھڑے وغیرہ گرم خشک اعضاء کی غذا میں شامل ہوتا ہے۔ نیز اس کا ایک حصہ آنتوں پر گرتا ہے اور اس کے ثقل اور لیسدار بلغم کو دھوڈالتا ہے۔

صفراء غیر طبعی: صفراغیرطبعی کے چار اقسام ہیں: ① مرہ ② محیہ ③ محترقہ ④ زنجاری یا کراثی۔

اس کی صورتیں یہ ہیں کہ جو بلغم غلیظ کے ساتھ مخلوط ہونے سے پیدا ہوتا ہے اسے صفرامحیہ کہتے ہیں جو رقیق بلغم کے ملنے سے بنتا ہے۔ اسے مرہ صفراء کہتے ہیں اور جس میں جلا ہوا سوداء مل جاتا ہے، اس کو صفراء محترقہ کہتے ہیں یا کبھی خود صفراء جل کر غیر طبعی ہو جاتا ہے۔ اسے کراثی یا زنگاری کہتے ہیں۔ کیونکہ صفراء زنگاری میں احتراق زیادہ ہوتا ہے، اس لئے یہ قتل اور ہلاکت میں زہروں کے مشابہ ہوتا ہے۔



بلغم طبعی: بلغم طبعی وہ ہے جو جگر میں پیدا ہو اور بوقت ضرورت کامل خون بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ گویا کہ وہ سفید خون ہے جس میں ابھی کامل نضج نہیں ہوا۔ جب بدن کو غذا میسر نہیں آتی تو بلغم خون کی شکل اختیار کر کے اُس کی غذا بنتا ہے۔ یہ اعضا کو تر رکھتا ہے اور اُن کو حرکت سے خشک نہیں ہونے دیتا۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ دماغ وغیرہ سرد تر اعضاء کی غذا بنتا ہے۔

بلغم غیر طبعی: بلغم غیر طبعی یا تو مزے کے اعتبار سے ہوتا ہے یا قوام کی رو سے۔ مزے کے اعتبار سے بلغم غیر طبعی کی پانچ قسمیں ہیں۔

اقسام بلغم غیر طبعی باعتبار مزہ:

① حلو (شیریں) اس کا مزاج حرارت کی طرف ہوتا ہے۔

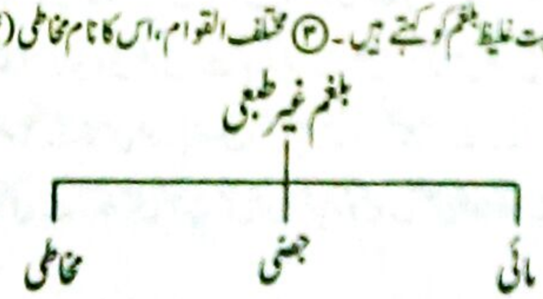
② مالح (نمکین) یہ حرارت اور یبوست کی طرف مائل ہوتا ہے۔

③ حامض (ترش) یہ برودت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

④ عفص (کھٹا) اس کا یبوست اور برودت کی طرف میلان ہوتا ہے۔

⑤ تفہ (بے مزہ) یہ بہت سرد اور خام ہوتے ہیں۔

اقسام بلغم غیر طبعی بلحاظ قوام: جملہ قوام کے لحاظ سے بلغم غیر طبعی کی تین قسمیں ہیں: ① بہت رقیق اس کو بلغم مائی (آبی) کہتے ہیں۔ ② بلغم جصی (گچ کی طرح) بہت غلیظ بلغم کو کہتے ہیں۔ ③ مختلف القوام، اس کا نام مخاطی (ریشہ) ہے۔



سودا طبعی: سوداء طبعی خون کا تلچھٹ ہوتا ہے، اس کا اوّل فائدہ یہ ہے کہ خون کو گاڑھا کرتا ہے اور سخت بناتا ہے۔ دوسرے ہڈی اور سرد خشک اعضاء کی غذا بنتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ فم معدہ پر گر کر بھوک لگاتا ہے۔

سودا غیر طبعی: جلی ہوئی خلط ہے، کبھی یہ خود جل جاتا ہے، کبھی دیگر اخلاط جل کر سودا بن جاتی ہیں۔

خون کے فوائد: خون کا سبب فاعلی معتدل حرارت، سبب مادی اچھی اغذیہ واشربہ جن کا مزاج معتدل ہو۔ سبب صوری نضج کامل اور سبب غائی بدن کو تغذیہ اور گرمی تری پہنچانا ہے۔

صفراء طبعی کے فوائد: صفراء طبعی کا سببِ فاعلی معتدل حرارت ہے۔ سببِ مادی لطیف، گرم شیریں اور چکنی چپڑی غذائیں، سبب صوری نضج کامل اور سبب غائی ان اعضاء کی خوراک جن میں صفراوی خون خرچ ہوتا ہے۔ مثلاً پھیپھڑے جگر وغیرہ۔

بلغم طبعی کے فوائد: بلغم طبعی کا سبب فاعلی ضعیف حرارت، سبب مادی غلیظ لیسدار اور سرد غذائیں سبب صوری نضج کامل سبب غائی بوقت ضرورت بدن کو غذا دینا طراوت پہنچانا اور خاص طور پر بلغمی اعضاء مثلاً دماغ اعصاب وغیرہ کو غذا بخشنا۔

سودا طبعی کے فوائد: سوداطبعی کا سبب فاعلی معتدل حرارت، سبب مادی غلیظ کم، رطوبت جو سرد خشک غذاؤں سے پیدا ہو سبب صوری تہہ نشین دُرد (تلچھٹ) سبب غائی سوداوی اعضاء، مثلاً ہڈی وغیرہ کو غذا بخشنا اور فمِ معدہ پر گر کر بھوک لگانا ہے۔

اسباب کی ان چار اقسام (فاعلیہ، مادیہ، صوریہ اور غائی) کو سمجھنے کے لیے مٹی کے برتن کی مثال لے سکتے ہیں۔

① ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی تیاری کے لیے سب سے پہلے مٹی اور پانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جو اس کے لیے سبب مادیہ ہیں۔

② اس کے بعد کمہار کی ضرورت ہوتی ہے جو برتن بناتا ہے یہ سبب فاعلیہ ہے۔

③ اس کے بعد کمہار مٹی کی مدد سے ایک خاص شکل کا برتن بنا کر تیار کرتا ہے یہ اس کے لیے سبب صوریہ ہے۔

④ اور برتن جس غرض وغائیت یا کام کے لیے تیار کیا گیا ہو یہ اس کا سبب غائیہ یا تمامیہ ہے۔ (حلاج)

④ اعضاء

تعریف: اعضاء وہ کثیف اجسام ہیں جو اخلاط کی ابتدائی ترکیب (رطوبتِ ثانیہ) سے پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ اخلاط ارکان کی ابتدائی ترکیب سے ظہور میں آتے ہیں۔

واضح ہو کہ غذا ایک جسم ہے کہ جب وہ معدہ میں پہنچتا ہے تو بدنِ انسان کا جزو بن جاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غذا معدے میں پہنچنے کے بعد ایک ایسے جوہر میں بدل جاتی ہے جو غلیظ آش جو کی مانند ہوتا ہے اس کو کیلوس کہتے ہیں یہ ہضم اوّل بھی کہلاتا ہے۔ اِس کے بعد کیلوس کا صاف اور لطیف حصہ مجریٰ الصدر کے ذریعے دِل میں چلا جاتا ہے اور باقی حصہ آنتوں میں جا کر صفراء اور دیگر آنتوں کی رطوبات کے ملنے سے پکتا ہے۔ یہ کیموس کہلاتا ہے اس کو ہضم ثانی بھی کہتے ہیں۔ پھر یہ کیموس عروق ماساریقا کے ذریعہ جگر کی طرف جذب ہو جاتا ہے اور یہاں پر نضج پانے کے بعد اخلاط میں تبدیل ہو جاتا ہے پھر اخلاط کی ابتدائی ترکیب سے جو رطوبت بنتی ہے اُسے رطوبتِ ثانیہ کہتے ہیں اور اسی رطوبت سے اعضاء بنتے ہیں جس طرح ارکان کی ابتدائی ترکیب سے نباتات وحیوانات بنتے ہیں جن کے کھانے سے کیلوس وکیموس کے بعد اخلاط پیدا ہوتے ہیں۔

اعضاء کی بناوٹ کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں: (۱) مفرد (۲) مرکب۔

مفرد اعضاء کی تعریف: مفرد اعضاء وہ اعضاء ہیں کہ اگر اُن کا کوئی ظاہری اور محسوس حصہ لیا جائے تو وہ حصہ نام اور تعریف میں ان کا

شریک ہو۔ مثلاً ہڈی عضوِ مفرد ہے۔ اگر اس کا ایک ٹکڑا لے کر اس کا نام دریافت کیا جائے تو اس کو بھی ہڈی کہیں گے جو تعریف کُل کی ہے، وہی تعریف اُس پر بھی صادق آئے گی۔ مگر ہاتھ یا پاؤں عضوِ مرکب ہیں کیونکہ ان کے ایک حصہ مثلاً انگلی کو ہاتھ نہیں کہا جا سکتا۔

مفرد اعضاء: مفرد اعضاء میں ہڈی، کرّی، رباط، وتر، عصب، غشائی (جھلی)، چربی، وریدیں اور شرائن، جلد، شعر (بال) اور ظفر (ناخن) شامل ہیں۔

عظم (ہڈی) : ایک سخت اور بے حس عضو ہے، جو جسم انسان کی بنیاد کا کام دیتا ہے۔ اس کی بناوٹ میں زیادہ تر چونے کے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ جسم انسان میں 246 (دوسو چھیالیس) ہڈیاں ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

سر کی ہڈیاں	8	ہنسلی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	1	پنجے کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	16	پنڈلی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	4
چہرے کی ہڈیاں	16	سینے کی ہڈی	1	ہتھیلی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	10	ٹخنے کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	14
زبان کی جڑ کی ہڈی	1	پسلی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	24	انگلیوں کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	28	تلووں کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	10
دانت (اوپر و نیچے)	32	شانے کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	کولہے کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	پاؤں کی انگلیوں کی ہڈیاں (〃)	28
کان کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	6	بازو کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	ران کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	چھوٹی چھوٹی تل کی مانند ہڈیاں	8
ریڑھ کی ہڈیاں یا مہرے	26	کلائی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	چپنی کی ہڈیاں (ہر دو طرف)	2	میزان کل	246

کرّی (غضروف) : ایک سفید عضو ہے اس میں ہڈی کی نسبت لچک اور نرمی ہوتی ہے جو دبانے سے دب جاتی ہے، مگر دباؤ ہٹ جانے پر اپنی لچک کی وجہ سے اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے۔ کرّی گویا ایک قسم کی نرم ہڈی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے یہ ہڈی کو نرم عضو مثلاً گوشت وغیرہ کے ساتھ اس طرح جوڑتی ہے کہ سخت عضو نرم عضو کو ایذا نہیں پہنچا سکتا اور اُس کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ بعض جگہ دو ہڈیوں کو آپس میں جوڑنے کے کام آتی ہے۔ جیسے کہ ریڑھ کے مہرے اور جوڑ اور بعض جگہ ایسے عضو کا کام دیتی ہے، جہاں نہ ہڈی کی سختی کام دے سکتی ہے اور نہ گوشت کی نرمی جیسے ہوا کی نالی اور غذا کی نالی۔

اعصاب: وہ سفید اجسام ہیں جو مڑنے میں لچک دار ہوتے ہیں اور ٹوٹنے میں سخت۔ ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ ان سے اعضاء کے اندر حس اور حرکت دینے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اعصاب دو قسموں میں منقسم ہیں: (۱) دماغی (۲) نخاعی۔

اعصابِ دماغی: جو دماغ سے اُگتے ہیں، وہ سات جوڑے ہیں۔ ان کے ذریعے حواسِ خمسہ (ظاہری) اور بعض اعضاء کو حس حاصل ہوتی ہے اور بعض اعضاء کو حرکت کے لئے تحریک ہوتی ہے۔

اعصابِ نخاعی (حرام مغز) : یہ اعصاب نخاع (حرام مغز) سے اُگتے ہیں، یہ کل اکتیس جوڑے ہیں اور ہر ایک عصب اکیلا ہے۔ اس کا کوئی جوڑا نہیں۔ ان اعصاب کا یہ فائدہ ہے کہ گردن سے نیچے کے اعضاء کی حس اور اُن میں حرکت کی تحریک اُن کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اوتار (نسیں) : وہ اجسام ہیں جو بعض اعضاء کے سروں سے اُگتے ہیں۔ اور رنگ و قوام میں پٹھوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ ان اعضاء سے ملے ہوتے ہیں جو حرکت کرتے ہیں یعنی عضلات۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ عضو متحرک کو اپنے انجذاب سے کھینچ لیتے ہیں اور دوسری مرتبہ مسترخی (ڈھیلے) ہو کر اس کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں۔

رباطات (بندھن) : وہ اجسام ہیں جو رنگ و قوام میں پٹھوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ ہڈی سے شروع ہوتے ہیں اور گوشت میں ختم ہو جاتے

ہیں۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ جوڑوں کی ہڈیوں کے دونوں سروں کو یا دوسرے اعضاء کو باہم ملاتے اور باندھ دیتے ہیں۔

عضلات (گوشت کی مچھلیاں): یہ خالص گوشت ہے،البتہ ان کے اندر اعصاب،اوتار اور رباطات گزرتے ہیں۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے جسم کی حرکت عمل میں آتی ہے۔ہڈیوں کی پوشش بنتے ہیں اور حرارت غریزی اور رطوبت غریزی جسم میں محفوظ رکھتے ہیں۔

شرائن: ان کو عروقِ ضوارب (کودنے والی رگیں) کہتے ہیں۔یہ دوہرے طبق سے بنی ہوتی ہیں،یہ قلب سے اُگتی ہیں،جوفدار ہوتی ہیں۔ان کی بناوٹ عصباتی مادے سے ہے۔ان میں بذاتِ خود حس و حرکت نہیں ہوتی بلکہ ان کی تڑپ اور حرکتِ قلب کی وجہ سے ہوتی ہے۔ان کے جوف میں سرخ رنگ کا خون اور روح و نسیم ہوتی ہے۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے قوتِ حیات اعضاء کو پہنچتی ہے۔

اوردہ (وریدیں): ان کو عروقِ غیر ضوارب (ساکن رگیں) بھی کہتے ہیں،ان کی بناوٹ بھی عصباتی مادے سے ہے،ان میں دوہرا طبق ہوتا ہے،یہ جگر سے اُگتی ہیں اور جوفدار ہوتی ہیں۔ان میں بھی حس و حرکت نہیں ہوتی۔ان کے اندر بمقابلہ شرائن کے خون میں سرخی اور روح کم اور دخان (کاربن) زیادہ ہوتا ہے۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ یہ جگر سے خون کو لا کر ان اعضاء کو پہنچاتی ہیں جن کے لئے یہ مفید ہیں،مثلاً عضلات اور پھیپھڑے وغیرہ۔

غشاء (جھلی): یہ جسم بھی عصباتی ہے،شکل میں پتلا ہوتا ہے،اس میں قوتِ حرکت نہیں ہوتی۔البتہ حس ضرور ہوتی ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اپنے ترشح سے اعضاء کی حفاظت کرتی ہے۔

شحم اور سمین (موٹی چربی اور پتلی چربی): یہ وہ جسم ہیں جو سفید اور نہایت نرم ہوتے ہیں۔خون کی مائیت اور چکناہٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ان کو سردی جما دیتی ہے،یہ گرمی سے پگھل جاتے ہیں۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ اپنے اردگرد کے عضو کو نرم رکھتے ہیں۔

جلد (بدن کی کھال): عصباتی جسم ہے،اس میں حس بہت زیادہ ہوتی ہے۔اس کا فائدہ اعضاء کو چھپانا ہے۔

شعر (بال): بال جسم پر زینت کے علاوہ جسم کی حفاظت کرتے ہیں۔اور جسم کے گندے فضلات کو باہر خارج کر دینے میں مدد دیتے ہیں۔زینت کی صورت میں سر کے بال خاص طور پر عورتوں کے لئے اور داڑھی مردوں کے لئے زینت ہے۔اسی طرح پلکوں اور بھوؤں کے بال زینت بھی ہیں اور جسم کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔باقی جسم پر جن مقامات پر بال ہیں۔خاص طور پر بغل اور زیر ناف۔ان سے جسم کے بعض فضلات اخراج پاتے ہیں۔

ظفر (ناخن): یہ بھی جوہر عصباتی ہیں۔یہ ہڈی کی نسبت نرم اور کرُی کی نسبت سخت ہوتے ہیں۔ان کا فائدہ یہ ہے کہ انگلی کے پوروں کو سخت اور مضبوط بنا دیتے ہیں،تا کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پکڑنے میں مددگار ثابت ہو۔[1]

اعضاء مرکب کی تعریف: وہ اعضاء ہیں جو مفرد اعضاء کے ترکیب پانے سے بنتے ہیں۔یہ تین ترکیبوں سے ترتیب پاتے ہیں۔پہلی ترکیب جیسے آنکھ،دوسری ترکیب جیسے چہرہ،تیسری ترکیب جیسے سر۔پہلی ترکیب میں مفرد اعضاء آپس میں مل کر ایک صورت بناتے ہیں،یعنی اس

---

[1] شیخ کے زمانہ میں چونکہ خوردبین کی ایجاد نہیں ہوئی تھی،اس لئے وہ اعضاء میں مفرد اور مرکب اعضاء کا صحیح تعین نہ کر سکے،اس لئے انہوں نے جز و کل میں مشابہت رکھنے والے اعضاء کو مفرد کر دیا اور مختلف مشابہت رکھنے والے اعضاء کو مرکب کر دیا۔اگرچہ شیخ کے زمانے میں اعصاب،عضلات اور غدد کا صحیح تصور تھا اور انہوں نے بھی ان کو مفرد میں ذکر کیا ہے،لیکن اُن کو انہوں نے بنیادی مفرد اعضاء میں نہیں لکھا۔اس لئے وہ شریانوں اور وریدوں اور غشاء اور جلد کو بھی مفرد اعضاء میں لکھ رہے ہیں۔لیکن حقیقت میں وہ مفرد اعضاء میں شریک نہیں بلکہ مرکب اعضاء ہیں۔کیونکہ ان میں اعصابی اور عضلاتی ریشے اور غشاء بھی پائے جاتے ہیں۔ ......

میں عضلات، اعصاب، غشاء وغیرہ ترکیب پاکرایک مرکب عضو بن جاتا ہے، جیسے آنکھ۔ دوسری ترکیب میں وہ مرکب عضو دوسرے اعضاء سے مل کرایک نئی ترکیب بناتا ہے، جیسے چہرہ کہ اس میں آنکھیں بھی موجود ہیں۔اور تیسری ترکیب ایسی ہوتی ہے جس میں آنکھ اور چہرے کے علاوہ دیگر اعضاء بھی مل کرایک مرکب عضو کی شکل اختیار کرتے ہیں۔جیسے سر، اس میں چہرہ اور آنکھیں دونوں شامل ہیں۔

مرکب اعضاء: مرکب اعضاء میں دماغ، جس پر عضلاتی اور اعصابی جھلیاں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں۔آنکھیں جن میں سات پردے اور تین رطوبات ہیں۔کان، ناک، لب، زبان، مری (غذا کی نالی) حنجرہ (ہوا کی نالی)، لہات (کوا)، پھیپھڑے جو اپنی جھلیوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ قلب، جو اپنے غشاء میں ملفوف ہے۔معدہ، امعاء (انتڑیاں)، جگر جو مرارہ (پتہ) اعصاب اور جھلیوں سے مرکب ہے۔اسی طرح طحال (تلی) جو اعصاب اور جھلیوں سے مرکب ہے۔دونوں گردے جن پر جھلیاں چڑھی ہوئی ہیں اور ان میں اعصاب بھی شامل ہیں۔اسی طرح مثانہ، انثیین، قضیب، رحم وغیرہ۔ یہ مرکب اعضاء میں شریک ہیں۔

مقام کے لحاظ سے اعضاء کی تقسیم: مقام کے لحاظ سے اعضاء کی دوقسمیں ہیں: (۱) رئیسہ (۲) غیر رئیسہ۔

اعضاء رئیسہ: وہ اعضاء ہیں جن پر بقا اور حیات کا دارومدار ہے۔یہ تین ہیں: (۱) دل (۲) دماغ (۳) جگر۔ بعض حکماء اعضائے نسل کو بھی اعضاء رئیسہ میں شمار کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعضائے نسل بھی اعضائے رئیسہ سے مرکب ہیں۔

غیر رئیسہ کی اقسام: دو ہیں (۱) خادم الرئیس (۲) غیر خادم الرئیس۔

خادم الرئیس: خادم الرئیس تین ہیں۔ (۱) دماغ کے لئے اعصاب (۲) دل کے لئے شریانیں اور وریدیں (۳) جگر کے لئے جھلیاں اور غدد۔

غیر خادم الرئیس: ان کی دوقسمیں ہیں: (۱) مروسہ (۲) غیر مروسہ۔

مروسہ: مروسہ میں وہ مرکب اعضاء آجاتے ہیں جو اعضاءِ رئیسہ کی خدمت بلاواسطہ کرتے ہیں۔جیسے معدہ، مثانہ، پھیپھڑے وغیرہ۔

غیر مروسہ: غیر مروسہ وہ اعضاء ہیں جن سے مل کر مروسہ اعضاء بنتے ہیں۔مثلاً ہڈیاں، کریاں وغیرہ۔ان میں اپنی ذاتی قوت موجود ہوتی ہے۔جو ان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ان کی طرف اعضائے رئیسہ سے ظاہری طور پر کوئی قوت نہیں پہنچتی۔

ؔ..... **اعضاء کے متعلق ہماری تحقیقات:** جسم انسان تین حصوں میں منقسم ہے: (۱) نفس یا طبی روح (۲) خون (۳) بدن۔پھر بدن انسان تین قسم کے اعضاء میں تقسیم ہوتا ہے: (۱) بنیادی اعضاء (۲) بقائی اعضاء (۳) مرکب اعضاء۔

بنیادی اعضاء: بنیادی اعضاء کی تین قسمیں ہیں: (۱) ہڈی (۲) رباط (۳) وتر۔یہ اعضاء انسان کی بنیادیں قائم کرنے کے ساتھ ان کو مضبوط بناتے ہیں۔ بقائی اعضاء کے ساتھ جوڑتے ہیں اور مرکب کرتے ہیں۔

بقائی اعضاء: بقاء اعضاء کی بھی تین اقسام ہیں: (۱) عضلات، جن کا مرکز دل ہے۔(۲) اعصاب، جن کا مرکز دماغ ہے۔(۳) غدد، جن کا مرکز جگر ہے۔

مرکب اعضاء: مرکب اعضاء وہ اعضاء ہیں جو انہی بنیادی اور بقائی مفرد اعضاء سے مل کر مرکب اعضاء بنتے ہیں۔ان کی بھی کئی اقسام ہیں۔یہ تین ترکیبوں سے جڑتے ہیں اور رفتہ رفتہ جسم انسان تیار ہوتا ہے۔[تفصیل ہماری کتاب ''تشریح وافعال الاعضاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ صابر]

⑤ ارواح

اگر چہ مذہب میں روح سے مرادنفس ناطقہ ہے، مگر طب میں ہماری مرادطبی روح سے ہے۔ طب میں روح[1] ان لطیف بخارات کو کہتے ہیں جو اخلاط کے لطیف حصہ سے پیدا ہوں۔ جس طرح اعضاء اخلاط کے کثیف حصہ سے بنتے ہیں۔

چونکہ ارواح سے قوتوں کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اظہارنفس انسانی کرتا ہے، جس کے ذرائع قوی انسانی ہیں۔ اس لئے قویٰ کی طرح ارواح کی بھی تین اقسام ہیں: (۱) روحِ حیوانی، جس کا مقام دِل ہے۔ (۲) روحِ طبعی، جس کا مقام جگر ہے۔ (۳) روحِ نفسانی، جس کا مقام دماغ ہے۔

⑥ قویٰ

تعریف: قویٰ ان قوتوں کو کہتے ہیں جن سے طبی روح کے افعال صادر ہوں۔

اقسام: قویٰ تین ہیں: (۱) قوت طبعی (۲) قوت نفسانی (۳) قوت حیوانی۔

۱۔ قوت طبعی: قوتِ طبعی وہ قوت ہے جس سے ایسی قوتوں کا اظہار ہوتا ہے جو زندگی کی بقا کے لئے تغیر وتصرف کرتی ہیں، اس کا مقام جگر ہے۔

اقسام قوت طبعی: قوتِ طبعی کی دو اقسام ہیں: (۱) قوتِ تغیر وتصرف جسم (۲) قوتِ بقائے نسل۔

قوت تغیر و تصرف جسم: ایسی قوت ہے جو جسم میں تغیر وتصرف کرے اور اس میں نشو وارتقاء پیدا کرے۔

اقسام قوت تغیر و تصرف جسم: قوت تغیر وتصرف جسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) غاذیہ (۲) نامیہ۔

غاذیہ: غاذیہ وہ قوت ہے جو بدن کے ہر عضو کو غذا پہنچاتی ہے اور جزوِ بدن بناتی ہے۔

غاذیہ کے خدام: (۱) جاذبہ (۲) ماسکہ (۳) ہاضمہ (۴) دافعہ۔ ان کی قوتیں اس طرح عمل میں آتی ہیں کہ اوّل قوتِ جاذبہ غذا کو جسم میں جذب کرتی ہے۔ پھر قوتِ ماسکہ غذا کو اُس وقت تک جسم میں قابو رکھتی ہے جب تک قوتِ ہاضمہ اس کو ہضم نہ کرلے اور پھر قوتِ دافعہ باقی فضلات اور غیر نافع چیزوں کو جسم سے خارج کردیتی ہے۔

---

[1] یورپی طب اِن ارواح یا کسی ایک روح جو جسم انسان میں پائی جاتی ہے، قائل نہیں، اور نہ اس امر کی قائل ہے کہ یہ ارواح جسم انسانی میں کچھ افعال انجام دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس انکار کے برعکس وہ لطیف ارواح جن کو گیسز (Gases) کہتے ہیں۔ قائل ہیں کہ وہ خون میں پائی جاتی ہیں اور یہ خون کے اندر ایک اہم مقصد انجام دیتی ہیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ یورپی طب بھی بالواسطہ ان ارواح اور ان کے افعال سے پوری طرح متفق ہے۔ یہی گیسز (Gases) جب مختلف اعضاء میں جاکر اثر انداز ہوتی ہیں تو ان کے مختلف مقام اور افعال کی وجہ سے نام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً جو گیسز دماغ اور اعصاب میں تحریک پیدا کرتی ہیں، انہیں مینٹل فورس (Mantal Force) روحِ نفسانی کہتے ہیں، جو دِل اور عضلات میں اثر انداز ہوتی ہیں، ان کو اینی مل فورس (Animal Force) یعنی روحِ حیوانی اور جو جگر اور غدد میں اثر کرتی ہے ان کو فزیکل فورس (Physical Force) روح طبعی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔

قوتِ نامیہ: قوتِ نامیہ ایسی قوت ہے جو جسم میں نوع و نسل کے اقتضیٰ کے مطابق تینوں قطروں (قطروں یا اقطار سے مراد جسم کی لمبائی، چوڑائی اور موٹائی ہے) میں جسم کی نشوونما کرے۔

قوتِ بقائے نسل: ایسی قوت جو ایک جسم کے لئے اپنی مثل جسم پیدا کرے۔

اقسامِ قوت بقائے نسل: قوت بقائے نسل کی دو اقسام ہیں: (۱) مولدہ (۲) مصورہ۔

قوتِ مولدہ: وہ قوت ہے جو اخلاط اور رطوباتِ بدن سے جوہر منی الگ کرتی ہے اور اس کے ہر جز کو خاص عضو بننے کے لئے تیار کرتی ہے۔

قوتِ مصورہ: وہ قوت ہے جو حسب امر خداوندی منی کے ہر جز کو اس کے اقتضیٰ کے مطابق خط و خال اور جوف وغیرہ بخشتی ہے۔ جو جسم میں منی سے پیدا ہوتی ہے یا کوئی ایسی شکل اختیار کرتی ہے جو اس نوع کے قریب ہو۔

۲۔ قوتِ نفسانی: قوتِ نفسانی ایک ایسی قوت ہے جو جسم انسان میں احساس اور ادراک کرتی ہے اور ضرورت کے وقت حرکت کے لئے تحریک کرتی ہے اور اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ حیوان اور انسان مضر چیزوں سے بھاگ سکے اور نفع بخش چیزوں کے قریب آ سکے یا ظاہر ہے کہ ان تحریکات کے لئے مفید و مضر باتوں کا احساس و ادراک ضروری ہے۔

قوتِ نفسانی کی اقسام: قوتِ نفسانی کی دو اقسام ہیں: (۱) محرکہ (تحریک دینے والی قوت) (۲) مدرکہ (ادراک کرنے والی)۔

(۱) قوتِ محرکہ کی اقسام: قوتِ محرکہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) شوقیہ جو تحریک کا موجب ہوتی ہے۔ اس کی دو خادم قوتیں ہیں: (۱) شہوانیہ، ایسی قوت جو کسی چیز کے حصول کا شوق رکھے۔ (۲) غضبانیہ، جو کسی خوفناک چیز سے دور بھاگنے کی کوشش کرے یا نفرت کا اظہار کرے یا طبیعت میں انقباض پیدا ہو۔

(۲) قوتِ فاعلہ: وہ قوت ہے جو حرکت کے فعل کو تحریک دے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ قوت عضلات کو سکیڑنے کا احساس پیدا کرتی ہے۔ جس سے وتر کھنچ جاتا ہے یا عضلات کو ڈھیلا کر دیتی ہے، جس سے وتر دراز ہو جاتا ہے اور عضو پھیل جاتا ہے۔

نوٹ: یہ دونوں قوتیں اس طرح یکے بعد دیگرے اپنا فعل انجام دیتی ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے یعنی جس وقت دماغ میں کسی پسندیدہ چیز کی ضرورت پیدا ہوتی ہے تو قوتِ شہوانیہ اُس کے حصول کی سعی کرتی ہے۔ یا قوتِ غضبانیہ اس کے رفع کرنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے، اس طرح قوتِ شوقیہ قوتِ فاعلہ کو تحریک پر آمادہ کر دیتی ہے۔ لیکن ان افعال میں اس انسان یا حیوان کو قطعاً اس امر کا علم نہیں ہوتا کہ اس وقت کس عضلہ کو حرکت میں لایا جائے مگر پھر بھی وہ بغیر علم اور ارادے کے اُسی عضلہ کو متحرک کرتا ہے جس کی اس وقت تحریکِ عضو کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) قوتِ مدرکہ: قوتِ مدرکہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدرکہ ظاہری (۲) مدرکہ باطنی۔

① اقسام مدرکہ ظاہری: مدرکہ ظاہری کی پانچ اقسام ہیں، ان کو حواس خمسہ ظاہری بھی کہتے ہیں، ان کا کام یہ ہے کہ یہ باہر کی معلومات دماغ کی اندرونی قوتوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ حواسِ ظاہری حسب ذیل ہیں: (۱) قوتِ باصرہ- دیکھنے کی قوت (۲) قوت سامعہ- سننے کی قوت (۳) قوت شامہ- سونگھنے کی قوت (۴) قوت ذائقہ- چکھنے کی قوت (۵) قوتِ لامسہ- چھونے کی قوت۔

② اقسام مدرکہ باطنی: قوتِ مدرکہ باطنی جس کو حواس خمسہ باطنی بھی کہتے ہیں، ایسی قوت ہے جو حواس خمسہ ظاہری کے احساسات اور ایسے تاثرات کا ادراک کرتی ہے، جن کو حواسِ خمسہ ظاہری احساس نہیں کر سکتے۔ حواسِ خمسہ باطنی حسب ذیل ہیں۔

(i) حس مشترک: وہ قوتِ باطنی جو حواس خمسہ ظاہری کی احساس کی ہوئی چیزوں کو ضرورت کے وقت دوبارہ بغیر اُس چیز کی موجودگی کے

محسوس کرتی ہے اور تصور کرتی ہے۔ اس کا مقامِ مقدم دماغ کا پہلا (اگلا) حصہ ہے۔

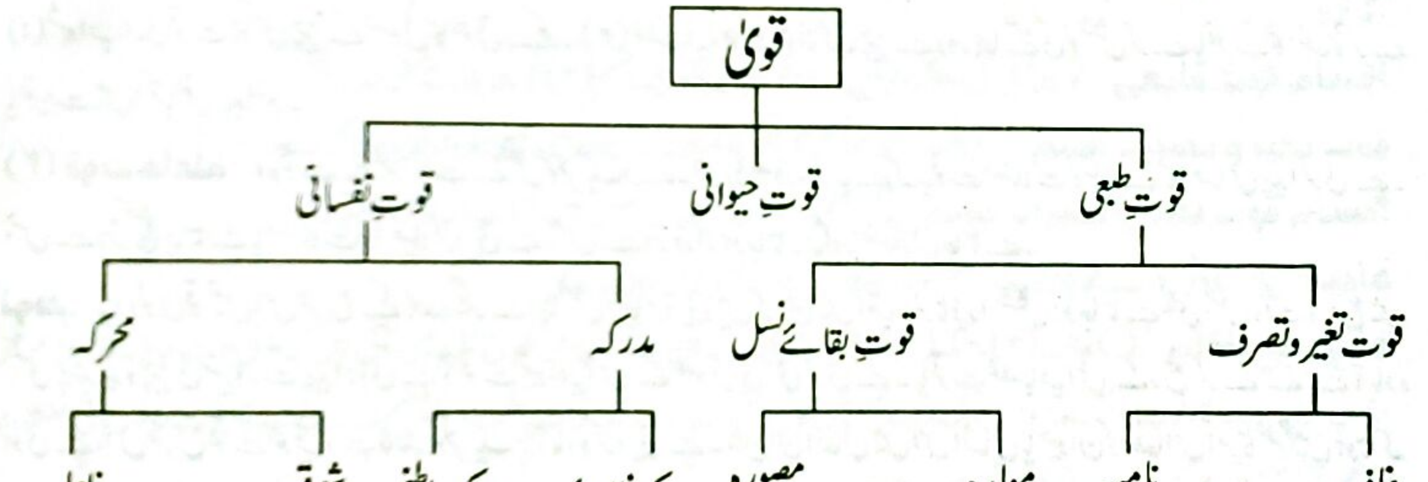
(ii) **قوتِ خیال**: وہ قوت ہے جو قوتِ حس مشترک کے خزانے کا کام کرتی ہے۔ یعنی اس کے تمام احساسات خزانہ خیال میں محفوظ رہتے ہیں۔

(iii) **قوتِ متصرفہ**: جس کو متخیلہ اور مفکرہ بھی کہتے ہیں، ایسی قوت ہے کہ اگر وہ حس مشترک کے احساسات کا اظہار کرے تو اُس کو متخیلہ کہتے ہیں۔ اور اگر قوتِ واہمہ کے ادراکات کا اظہار کرے تو اس کو قوتِ مفکرہ کہتے ہیں۔ اس کا مقام دماغ کا درمیان حصہ ہے۔

(iv) **قوتِ واھمہ**: وہ قوت ہے جو ان معانی کا ادراک کرتی ہے جن کو حواس خمسہ ظاہری ادراک نہیں کر سکتے۔ مثلاً کسی لفظ کے معانی کا جاننا، جیسے اللہ کے معنی خدا۔ یا کسی شخص کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ میرا دوست ہے یا دشمن۔ اس کا مقام مؤخر دماغ کا مقدم حصہ ہے۔

(v) **قوتِ حافظہ**: وہ قوت ہے جو وہم کے ادراکات کو محفوظ کرتی ہے اور ضرورت کے وقت ان کا ادراک کرتی ہے، اس کا مقام دماغ کے بطن مقدم کا آخری حصہ ہے۔

۳۔ **قوتِ حیوانی**: قوتِ[1] حیوانی ایسی قوت ہے جو اعضاء کو نفسیاتی قوت کے قبول کرنے کو آمادہ کرتی ہے اور اُسے حرکت کے قابل بنا دیتی ہے۔ فی الحقیقت یہی قوت بدن کو حیات بخشتی ہے اور زندہ رکھتی ہے۔ روح حیوانی اسی کی حامل اور حرارتِ غریزی اس سے قائم ہے۔



---

❶ (i) اس قوتِ حیوانی کا قوتِ نفسیاتی سے جدا ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی عضو مفلوج ہو جاتا ہے تو اس میں کبھی حس باقی رہتی ہے اور کبھی حرکت۔ جب حرکت قائم رہتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ قوتِ حیوانی قائم ہے اور جب حس قائم ہوتی ہے اور حرکت مفقود تو پتہ چلتا ہے کہ قوتِ حیوانی قائم نہیں مگر قوتِ نفسانی قائم ہے۔ ...

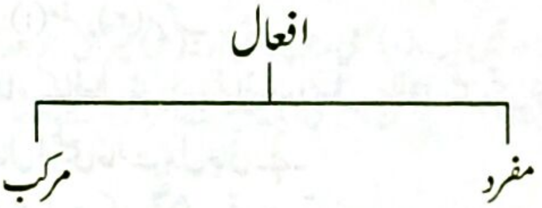
⑦ افعال

تعریف: افعال جمع فعل کی ہے۔ فعل وہ قوت ہے جو کسی عضو سے سرزد ہو۔ یعنی وہ سکون سے حرکت میں آئے اور اپنے مقررہ افعال انجام دے۔

اقسام: افعال دو قسم کے ہیں: (۱) مفرد (۲) مرکب۔

افعال مفرد: مفرد افعال وہ ہیں جو ایک ہی قوت سے صادر ہوں، جیسے حس۔ احساس یا حرکت یا جذب اور دفع کے افعال۔

افعال مرکب: جو ایک سے زیادہ قوتوں سے سرزد ہوں، جیسے مکھی کا اڑنا۔ مکھی جسم پر سے اُڑانے میں حس اور حرکت دونوں کام کرتی ہے یا غذا کا ہضم ہونا، کیونکہ غذا کے ہضم ہونے میں معدے کے عضلات، اعصاب اور رطوبت کی جھلیاں تمام کام کرتی ہیں۔ افعال کو مزید سمجھنے کے لئے قوتِ حیوانی کا نوٹ (iii) ملاحظہ فرمائیں۔



بقیہ...

(ii) یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ دُنیا کی ہر طاقت کا منبع حرکت ہے۔ اس حرکت سے دوسری طاقت حرارت پیدا ہوتی ہے اور تیسری طاقت سے غذائیت کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ ان طاقتوں کو سائنس میں علی الترتیب (۱) فورس (۲) ہیٹ (۳) انرجی کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دُنیا میں تین ہی قسم کی طاقتیں پائی جاتی ہیں۔

(iii) انسان کے اندر جو قوتِ اصلاح وتدبیر اور نظام میں مصروف رہتی ہے اس کو قوتِ مدبرہ بدن یا نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو وائٹل فورس (Vital Force) کہتے ہیں۔ یہ وائٹیل فورس جسم انسان میں تین مخصوص کام کرتی ہے، جن کا تعلق اعضائے رئیسہ کے ساتھ ہوتا ہے، جو قوتِ مدبرہ بدن کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان کے نام اور اوصاف درج ذیل ہیں:

۱۔ قوتِ طبعی: جو قوت جسم میں غذا اور نشو ونما کے کام انجام دیتی ہے، اس کو قوتِ طبعی (نیچرل فورس) کہتے ہیں۔ اس کا مقام جگر ہے۔

۲۔ قوتِ نفسانی: جو قوت جسم میں احساسات اور تحریکات کا باعث ہوتی ہے، اس کو قوتِ نفسانی (وائٹل فورس) کہتے ہیں، اس کا مقام دماغ ہے۔

۳۔ قوتِ حیوانی: جو قوت جسم میں حرکات اور افعال قائم رکھتی ہے، اُسے قوت حیوانی (اینی مل فورس) کہتے ہیں، اس کا مقام دِل ہے۔

دراصل یہ تینوں قوتیں ایک ہی قوت کے تین مظہر ہیں، لیکن افعال کی مناسبت سے قوت ان کی تقسیم کردی ہے۔ کیونکہ قدرت نے ہر عضو کے افعال میں اس کی ایک جبلت پیدا کردی ہے۔ جس پر وہ قائم اور رواں دواں ہے۔

جزو دوم

حالاتِ بدن

حالاتِ بدن معلوم کرنے کے لئے انسانی اعضاء کے افعال کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتے۔

① افعال اعضاء صحیح طور پر انجام پا رہے ہوتے ہیں جس طرح ایک تندرست انسان میں دیکھے جاتے ہیں۔

② افعال اعضاء درست اور صحیح حالات پر نہیں ہوتے۔ یہ دوسری[1] حالت صحت کے مخالف ہے، اس کا نام مرض رکھا جاتا ہے۔

تعریف مرض: مرض بدن کی اس حالت کا نام ہے جب اعضائے بدن اور مجاری (راستے) اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ اعضاء اور مجاری تمام جسم کے صحیح حالات پر نہ ہوں یا ایک عضو کے۔ بہر حال اس کو مرض کا نام دیا جاتا ہے۔

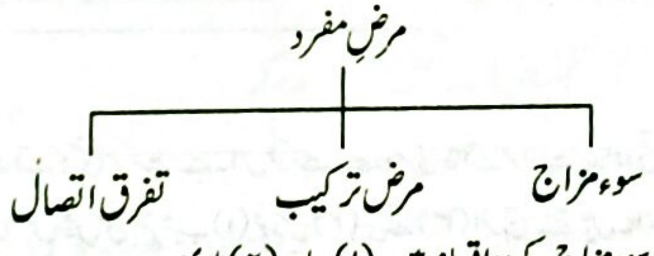
اقسامِ مرض: مرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) مفرد (۲) مرکب۔

مفرد مرض کی اقسام: اعضاء کے افعال میں جب خرابی وارد ہوتی ہے تو اس میں تین ہی صورتیں واقع ہو سکتی ہیں:

① تغیر جس میں اعضاء اور اس کے افعال کی طبعی حالت بدل جاتی ہے۔

② نقصان جس میں اعضاء اور اُس کے افعال میں کمی یا خرابی واقع ہو جاتی ہے۔

③ بطلان جس میں اعضاء اور اُن کے افعال بالکل باطل یا رُک جاتے ہیں۔ پہلی حالت کا نام سوءِ مزاج ہے، دوسری حالت کا نام مرضِ ترکیب ہے، تیسری حالت کا نام تفرقِ اتصال ہے۔



(۱) سوءِ مزاج کی اقسام: سوءِ مزاج کے دو اقسام ہیں، (۱) سادہ (۲) مادی۔

(i) سوءِ مزاج سادہ: سوءِ مزاج سادہ وہ مرض ہے جس میں صرف اعضاء کے اندر کیفیات میں کمی بیشی ہو جائے یعنی گرمی، سردی یا خشکی تری کا اعتدال سے بڑھ جانا۔

(ii) سوءِ مزاج مادی: وہ مرض ہے جس میں کیفیات کی زیادتی کی وجہ سے مزاج میں تبدیلی واقع ہو جائے، جیسے اخلاط کی کمی بیشی۔

(۲) مرض ترکیب کی اقسام: مرض ترکیب کی چار اقسام ہیں، (۱) مرضِ خلقت (۲) مرضِ مقدار (۳) مرض عدد (۴) مرضِ وضع۔

---

[1] بعض اطباء نے حالت ثالثہ بھی لکھی ہے "لاصحت ولا مرض"۔ لیکن یہ حالت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب انسان کے کسی عضو میں بھی مرض ہوگا اس کا اثر بالواسطہ یا بلا واسطہ تمام جسم انسانی پر پڑے گا۔ مثلاً کسی ایک مقام کا درد تمام جسم کے اعصاب کو متاثر کر دیتا ہے۔ اسی طرح کسی حصہ جسم کی سوزش اور حرارت بھی تمام جسم انسانی کو متاثر کر دیتی ہے۔

(i) مرض خلقت: مرض خلقت ایسا مرض ہے جس میں کسی عضو یا اعضاء کی شکل وصورت اپنی حالت پر قائم نہ رہے، مثلاً سیدھے عضو کا ٹیڑھا ہو جانا یا ٹیڑھے عضو کا سیدھا ہو جانا۔

اقسام مرض خلقت: چار ہیں، (۱) امراضِ شکل (۲) امراضِ مجاری (۳) امراضِ تجاویف (۴) امراضِ سطح۔

۱۔ امراضِ شکل: ایسی حالت کا نام ہے کہ کسی عضو کی حالت میں اس طرح کا تغیر ہو کہ اس کی شکل میں خلل پیدا ہو جائے، جیسے سر کا چپٹا ہو جانا وغیرہ۔

۲۔ امراضِ مجاری: مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں اعضاء کے راستے خراب ہو جائیں، مثلاً کسی مجاری کا تنگ ہو جانا، ڈھیلا ہو جانا، وغیرہ۔

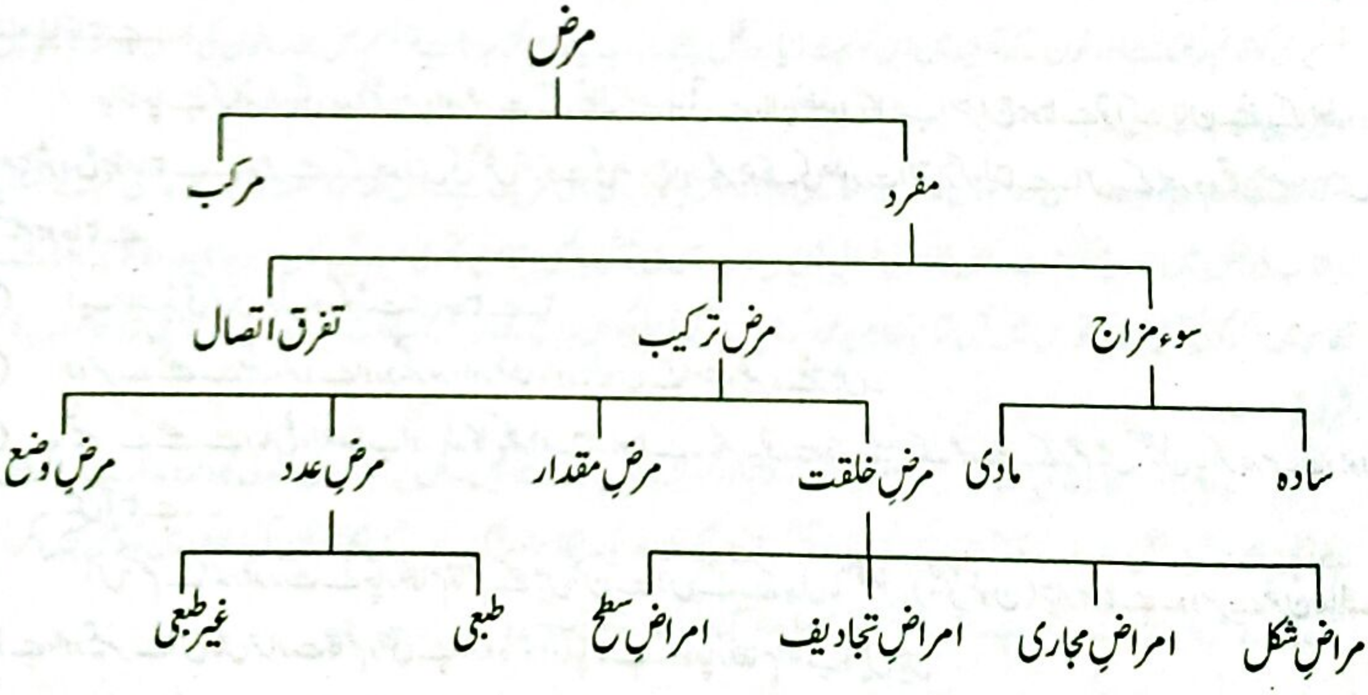
۳۔ امراضِ مجاویف: مرض کی اس حالت کا نام ہے جس میں مجاویف (جمع جوف) ضرورت سے زیادہ بڑے یا وسیع ہو جائیں یا تنگ اور چھوٹے ہو جائیں۔ یا بالکل بند ہو جائیں (بھر کر بند ہو جائے یا ویسے ہی بند ہو جائے)۔

۴۔ امراضِ سطح: مرض کی اس حالت کا نام ہے جس میں کسی عضو یا تمام جسم کی سطح خراب ہو جائے۔

(ii) امراضِ مقدار: مرض کی اُس حالت کا نام ہے جس میں کوئی عضو یا تمام جسم اپنی مناسب مقدار سے زیادہ ہو جائے یا کم ہو جائے۔ جیسے جسم کا موٹا ہو جانا یا دُبلا ہو جانا یا کسی ایک بازو کا موٹا یا دُبلا ہو جانا۔

(iii) امراضِ عدد: مرض کی اس حالت کا نام ہے جس میں کسی عضو میں عدد کے لحاظ سے اضافہ ہو جائے یا کمی واقع ہو جائے، جیسے ہاتھ کی انگشت میں کمی یا زیادتی ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں، (۱) طبعی، جو پیدائشی ہو۔ (۲) غیر طبعی، جو بعد میں کسی مرض سے پیدا ہو جائے۔

امراض مرکب: مرض کی اس حالت کا نام ہے جس میں کسی ایک عضو کے امراض اکٹھے ہو جائیں۔



وجہ تسمیہ: امراض کے نام عام طور پر کسی حالت یا سبب یا علامت یا اُن کے مجموعوں کو مدِ نظر رکھ کر رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً صرع جس کے معنی ہیں گرنا، فالج کے معنی ہیں نصف نصف ہونا۔

مجاری (راستہ): عضو کے اُن راستوں کو کہتے ہیں جس میں سے کوئی چیز گزرے۔ جیسے وریدیں، شریانیں اور امعاء وغیرہ۔

جوف: عضو کی اس اندرونی وسعت کو کہتے ہیں جس کے اندر کوئی چیز ٹھہرے جیسے خصیے اور ان کے جوف۔

اوقاتِ مرض: اوقاتِ مرض میں اس امر کا خیال کرنا چاہئے کہ مرض جس زمانے میں ہو اُس کے مطابق علاج کو مدِ نظر رکھیں۔ مثلاً اگر مرض ابتدائی حالت میں ہو تو رادع (لوٹانے والی) ادویہ استعمال کریں، اگر مرض درمیانی حالت میں ہو تو رادع اور محلل ادویہ سے علاج کریں اور اگر انتہائی حالت میں ہو تو اس میں محللات اور مقویات کا استعمال کرائیں۔

نوٹ: مقویات کا استعمال ہمیشہ مرض کے اختتام پر کرنا چاہئے۔ اگر مرض کے دوران میں مقویات کا استعمال کیا گیا تو وہ ادویہ مرض کو تقویت دیں گی اور مرض بجائے گھٹنے کے زیادہ ہو جائے گا۔

منافع الاعضاء

حالاتِ بدن کا عنوان پڑھنے کے بعد معاً ذہن میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت جسم کے حالات اس طرح لکھے جائیں گے جس سے جسم انسان کے اعضاء کے افعال کا علم ہوگا۔ مگر اس حصہ میں صرف امراض کی حقیقت، پیدائش اور اقسام کا ذکر ہے۔ قاری اس بیان کو پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو خالی الذہن محسوس کرتا ہے۔ اس لئے مناسب خیال کیا گیا کہ اس باب کے تحت انسانی اعضاء کے کچھ افعال اور منافع بیان کر دیئے جائیں تا کہ پڑھنے والے کے ذہن کو تسلی کے ساتھ ساتھ اس کی معلومات میں بھی کچھ اضافہ ہو جائے۔ اس کے بعد امراض کے ساتھ انسان کا ذہن یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ اس کو اس امر کا بھی علم ہو جائے کہ تندرستی کی حالت میں انسان کے اعضائے جسم اور اس کی مشینری کس طرح کام کرتی ہے، تا کہ اس کا ایک تصور حاصل کرنے کے بعد جب جسم میں کسی مرض کو دیکھے تو اس کا فرق کر سکے کہ تندرستی اور بیماری کی حالت میں کتنا تضاد پایا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے نطفے سے ہوتی ہے، ان نطفوں کا جب امتزاج ہوتا ہے تو ایک جان بننے کے بعد وہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اُس کی شکل شہتوت کی طرح اور پھر جونک کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے:

(۱) ایک حصہ ہڈی کری، دِل اور گوشت بن جاتا ہے۔

(۲) دوسرے حصے سے جگر، گردے اور دیگر غدد اور غشاء اور نالیوں کے استر وغیرہ بنتے ہیں۔

(۳) تیسرے حصے سے دماغ، اعصاب اور جلد کا کچھ حصہ تیار ہوتا ہے۔ پھر یہ نو سے دس مہینے تک عورت کے رحم میں تکمیل پا کر عدم سے وجود میں آتا ہے۔

اس جسم کے اندر قدرت نے چار نظام قائم کئے ہیں جن سے اس کے لئے بدل ما یتحلل (یعنی خون) تیار ہوتا ہے۔ دوسرے خون صاف ہوتا ہے، اور تیسرے اس میں حرارت قائم رہتی ہے اور وہ نشو و نما پاتا ہے۔ وہ چار نظام حسب ذیل ہیں:

(۱) نظامِ غذائیہ (۲) نظامِ ہوائیہ (۳) نظامِ دمویہ (۴) نظام بولیہ۔

(۱) نظامِ غذائیہ: یہ نظام منہ سے شروع ہوتا ہے اور مقعد تک چلا جاتا ہے۔ اس میں منہ، مری، معدہ، امعاء، جگر، طحال اور لبلبہ شریک ہیں۔ اس نظام کا فعل یہ ہے کہ جو غذا کھائی جاتی ہے وہ پہلے منہ میں دانتوں کے ذریعہ چبائی جاتی ہے جس میں منہ کا لعاب بھی شریک ہوتا ہے، اس کے بعد مری کے ذریعہ معدے میں پہنچتی ہے، جہاں پر معدے کی رطوبت سے ہضم ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کا ایک حصہ مجریٰ الصدر کے ذریعے خون میں شریک ہو جاتا ہے اور باقی پھر امعاء کی طرف چلا جاتا ہے۔ جہاں پر اُس کو جگر کی طرف سے صفراء اور لبلبے کی رطوبات اور امعاء کی دیگر

رطوبات ہضم کرتی ہیں۔ پھر ماساریقا کے ذریعے اس کا جوہر کھنچ کر جگر میں چلا جاتا ہے، جیسا کہ اخلاط کے بیان میں ذکر کیا جا چکا ہے اور باقی فضلہ مقعد کے ذریعے خارج ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ نظام اپنے افعال انجام دیتا ہے۔

یادداشت: جب مریض کے ہاضمہ میں خلل واقع ہو جس کی خاص علامات بھوک کا نہ لگنا یا بھوک زیادہ لگنا، قبض ہو جانا یا اسہال آنا ہیں۔ یا اس نظام میں کسی جگہ درد یا ورم پیدا ہو جائے تو مریض کے اس تمام نظام کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ کس مقام پر خرابی واقع ہوئی ہے اور کونسا عضو اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہیں دے رہا، تاکہ علاج کرنے میں سہولت ہو۔

(۲) **نظامِ ہوائیہ:** اس نظام میں نتھنے، ہوا کی نالی، پھیپھڑے اور اس کی نالیاں شریک ہیں۔ اس نظام کے افعال یہ ہیں کہ وہ سانس کے ذریعہ ہوا میں سے نسیم (آکسیجن) حاصل کرتا ہے اور دخان (کاربانک ایسڈ گیس) خارج کرتا ہے، اور یہ نسیم کا حصول اور دخان کا اخراج پھیپھڑوں کے اندر عمل میں آتا ہے۔ جبکہ جسم کا خون پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے جسم سے بھیجا جاتا ہے۔ اس نظام میں جب خرابی پیدا ہوتی ہے، تو اس میں عام طور پر کھانسی، سانس کی تنگی، نزلہ زکام اور بلغم وغیرہ کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان امراض کے علاج میں بھی تمام نظام کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ تکلیف کس مقام پر ہے۔

(۳) **نظام دمویہ:** اس نظام میں دل، شرائن، اور وریدیں اور جلد شریک ہے۔ اس نظام کا فعل یہ ہے کہ یہ تمام جسم میں خون شرائن کے ذریعے پہنچاتا ہے۔ اور وریدوں کے ذریعہ واپس دِل کی طرف صاف ہونے کے لئے لاتا ہے۔ جہاں سے وہ پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے جاتا ہے اور وہاں سے واپس دِل میں آ جاتا ہے۔ اس نظام کا فضلہ جلد کے راستے خارج ہوتا ہے، اس نظام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ جسم میں حرارتِ غریزی کو قائم رکھتا ہے اور خون کے تصفیہ میں اس کو بہت زیادہ دخل ہے۔ جب یہ نظام بگڑ جاتا ہے تو جسم میں بخار، خون کی خرابی اور تمام جسم میں درد وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۴) **نظام بولیہ:** اس نظام میں گردے، حالبین، مثانہ اور پیشاب کی نالی شریک ہے۔ اس نظام کا حصہ خون سے خاص قسم کے فضلات کو پیشاب کی شکل میں خارج کرنا ہے۔ اس نظام کی خرابی میں پیشاب میں کمی بیشی یا کسی مقام پر پتھری اور ریگ کا پیدا ہو جانا یا درد کا ظاہر ہونا ہے۔ اس نظام میں اگر کوئی تکلیف ہو تو اس میں بھی تمام نظام پر غور کرنا چاہئے کہ خرابی کہاں واقع ہے۔ جس کے دفع کرنے سے نظام اپنی صحیح حالت پر کام کرنا شروع کر دے۔

یہ چار نظام بقائے حیاتِ انسانی، اس کی نشو و ارتقاء اور تصفیہ و تغذیہ کے لئے ہیں۔ ان پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اگر ان میں سے ایک نظام بھی باطل ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان کے علاوہ ایک نظام اور بھی ہے۔ جس کا انسان کی زندگی میں تو دخل نہیں مگر اُس کا تعلق بقائے نسل انسانی کے ساتھ ہے۔ اس نظام کو نظامِ بقائے نسل انسانی کہتے ہیں۔

نظام بقائے نسل انسانی

① اس میں عضو مخصوص، خصیے اور منی کی نالیاں شریک ہیں۔ اس کے افعال یہ ہیں کہ یہاں پر خون سے منی تیار ہوتی ہے اور ضرورت کے وقت عورت کے رحم میں ڈال دی جاتی ہے۔ جب اس نظام میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس سے بہت بڑی خرابی انتشار میں نقص رقتِ منی یا غلظتِ منی اور اخراج کی بے قاعدگی واقع ہو جاتی ہے، اس کے علاج میں بھی تمام نظام کے ایک ایک عضو کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

② جس طرح بقائے نسل کا نظام مردوں کے لئے ہے، اسی طرح بالکل ایک نظام عورتوں کے لئے بھی ہے، جس میں رحم، خصیۃ الرحم، قاذفین

اور بظر شریک ہیں اس نظام میں دو صورتیں قائم رہتی ہیں، اوّل یہ کہ تمام بالغ عورتوں کو ہر ماہ خون کا اخراج ہوتا ہے اور جب وہ حاملہ ہو جاتی ہیں تو یہی خون بچے کی غذا میں صرف ہوتا ہے۔ دوم اس نظام کے تحت عورت کا رحم مرد کا نطفہ قبول کرتا ہے اور اس کو رحم میں اسی خون سے پرورش کرتا ہے۔ اس نظام میں جب خرابی واقع ہوتی ہے تو ماہواری میں بے قاعدگی واقع ہو جاتی ہے، کبھی ماہواری زیادہ، کبھی بند اور کبھی تکلیف سے آتی ہے۔ اس کے علاوہ کبھی سیلان الرحم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، ان امراض کے علاج کے لئے لازمی ہے کہ عورت کے اس تمام نظام کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

(۳) عورتوں میں نظام تناسل کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا نظام بھی کام کر رہا ہے جو دراصل اس نظام کی مدد کرتا ہے۔ یہ نظامِ لبن ہے، یعنی عورت کے وہ اعضاء جو خون میں سے دودھ کو تیار کرتے ہیں جو نومولود کی غذا بنتا ہے۔ اس نظام میں پستان اور اُس کی نالیاں شریک ہیں۔ یہ نظام، اس وقت اپنا کام شروع کرتا ہے، جب بچے کی پیدائش عمل میں آتی ہے اور تقریباً دو تین سال تک یہ نظام دودھ پیدا کرتا رہتا ہے۔ طبی نکتہ نگاہ سے بچے کو دو سال دودھ ضرور پلانا چاہئے۔ اس نظام میں جو خرابی عام طور پر واقع ہوتی ہے، وہ دودھ میں انتہائی قلت یا اُس میں زیادتی کا واقع ہو جانا ہے اور گاہے گاہے بچے کا سر شدت کے ساتھ پستانوں کے سات لگ جانے پر وہاں پر ورم کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہی ورم پک کر زخم کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ان تمام چیزوں کے علاج میں بڑی احتیاط کے ساتھ ان تمام اعضاء کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔

پیدائش امراض

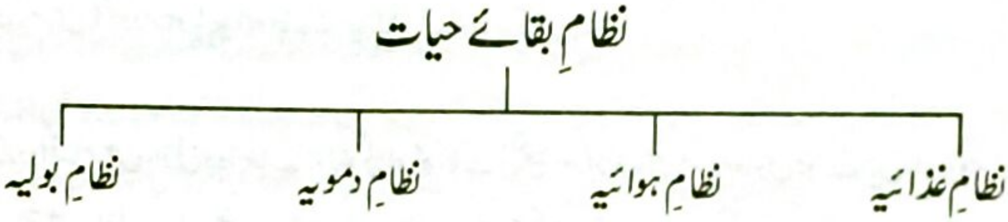
مندرجہ بالا نظام کے مطالعہ کے بعد یہ جان لینا ضروری ہے کہ ان کے صحیح اعمال کے بعد امراض کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ تاکہ تشخیص اور علاج میں سہولت ہو۔

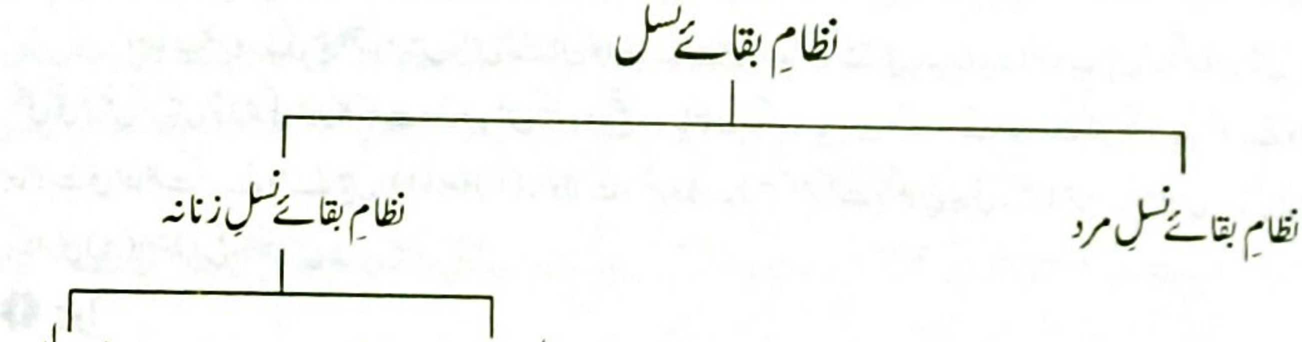
سب سے پہلے یہ بات مدِ نظر رکھیں کہ جس قدر بھی نظام اوپر بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض آزاد ہیں بعض نیم آزاد اور بعض بعض کے ماتحت۔ ان میں نظامِ غذائیہ بالکل آزاد نظام ہے جو جسم سے خود غذا لیتا ہے اور اُس کے فضلات کو خود خارج کر دیتا ہے۔ اس پر دیگر تمام نظامات کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ نظامِ ہوائیہ نیم آزاد ہے، یہ ایک طرف سے سانس کے ساتھ ہوا اندر جذب کرتا ہے اور گندی ہوا کو باہر خارج کرتا ہے، لیکن اس پر نظامِ غذائیہ کا بہت گہرا اثر ہے۔ جب نظامِ غذائیہ بگڑ جاتا ہے تو اس کو بھی متاثر کرتا ہے۔ نظامِ دمویہ اور بولیہ اور نظامِ بقائے نسل انسانی، یہ سب غذائیہ اور ہوائیہ کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ یہ خود باہر سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے بلکہ نظامِ غذائیہ اور ہوائیہ جو کچھ غذا اور ہوا سے حاصل کرتے ہیں، یہ اُن کی صفائی اور ان کی تقویتِ جسم میں مصروف رہتے ہیں۔

پیدائش امراض کی صورت

پیدائش امراض کی صورت اس طرح عمل میں آتی ہے کہ جب متذکرہ بالا نظامات میں سے کوئی ایک اپنا فعل انجام دینے میں کسی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے تو قوت مدبرہ بدن اُن فضلات کو جو پورے طور پر اس نظام کے تحت اخراج نہیں پا سکتے ان کو پھر خون میں شریک کر کے دوسرے اعضاء کی طرف خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ چونکہ یہ فضلات اپنے طبعی راستے کی بجائے غیر طبعی راستوں پر چلے جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں پر باعث مرض بن جاتے ہیں۔ جیسے قبض کی صورت میں طبیعت اُن فضلات اور مواد کو جو پائخانے کے راستے خارج ہوتا رہتا ہے، کبھی

گردوں کی طرف روانہ کر دیتی ہے۔ کبھی پھیپھڑوں کی طرف اور کبھی جلد کی طرف وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ گردوں کی طرف اپنے مواد اور فضلات کا اخراج کرے گی تو نظامِ بولیہ میں غیر طبعی مواد کی وجہ سے خرابی واقع ہوگی اور وہاں پر وہ امراض پیدا ہو جائیں گے جن کا ذکر اس نظام کے تحت کیا گیا ہے۔ اسی طرح جب یہ مواد نظامِ ہوائیہ اور دمویہ کی طرف رجوع کرے گا تو وہاں بھی امراض کا باعث ہوگا۔ اس لئے علاج کے دوران میں اوّل یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ جو نظام خراب ہے یہ اُس کی اپنی ذاتی خرابی ہے یا کسی دوسرے نظام کی خرابی کا اثر اس پر پڑ رہا ہے۔ اگر وہ نظام بذاتِ خود خراب ہے تو صرف اسی کی اصلاح کر دی جائے اور اگر کسی دوسرے نظام کی خرابی کا اثر پڑ رہا ہے تو اوّل اس کی اصلاح کرنی چاہئے۔ اور پھر اس کے بعد اس نظام میں خرابی باقی رہ جائے تو اس کی اصلاح کر دی جائے۔ اس طرح ہم امراض کی صحیح حقیقت اور ان کے علاج میں صحیح طور پر کامیاب ہو سکیں گے۔





جزوسوم

علم الاسباب

تعریف اسباب

ایسے قوانین اور صورتیں جن سے زندگی اور کائنات کی تعمیر و تخریب کی صورتوں پر روشنی پڑتی ہے اور اُن کی وجہ سے احوال بدن انسان میں کوئی سی حالت (صحت یا مرض) نمودار ہو یا پیدا ہو جائے، یہ پہلے پائے جاتے ہیں۔

اقسام

اسباب کے دو اقسام ہیں، اوّل وہ اسباب جو زندگی اور کائنات کی تعمیر اور ارتقاء میں مدومعاون ہوتے ہیں، اور دوسرے ایسے اسباب جو اُن کی تخریب کا باعث بنتے ہیں، اوّل اسباب ضروریہ اور دوسرے اسباب مرضہ کہلاتے ہیں۔

اقسامِ اسباب ضروریہ

اسبابِ ضروریہ کی چھ اقسام ہیں، اس لئے ان کو اسبابِ ستہ ضروریہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسے اسباب ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کی بھی نفی فرض کر لیں تو زندگی اور کائنات دونوں میں خلل واقع ہو جاتا ہے، گویا یہ بدن انسان کے حالات میں تغیر پیدا کرنے والے یا ان حالات کی حفاظت کرنے والے ہیں: (۱) ہوا (۲) ماکولات و مشروبات (۳) حرکت و سکونِ بدنی (۴) حرکت و سکونِ نفسانی (۵) نیند اور بیداری (۶) استفراغ و احتباس۔

❶ ہوا

ہوا ہمارے اجسام کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، کیونکہ جسم انسان کو اس کی ضرورت دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔ یہ ہر لمحہ سانس کے ذریعہ جسم کے اندر جاتی ہے اور باہر آتی ہے۔ جب اندر جاتی ہے تو روح کو معتدل بناتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اپنے ساتھ نسیم لے جاتی ہے، یعنی لطیف اور صاف ہوا، جب باہر آتی ہے تو روح کے فضلات خارج کرتی ہے، جس کی شکل مثل دخان کے ہے یعنی ثقیل اور گندی ہوا۔ صحت کے لئے لطیف اور صاف ہوا کی زیادہ ضرورت ہے، اس لطیف اور صاف ہوا کو نیستان کی زمین، گڑھوں کا گندا پانی، ردّی ترکاریاں، مضر درختوں کے بخارات، مُردوں کی بدبو، متواتر گردوغبار یا دھواں وغیرہ خراب کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ہوا کا مزاج اپنے اعتدال سے منحرف ہو جائے تو اس کے متعلق حکم متذکرہ بھی متغیر ہو جاتا ہے۔ ہوا کے تغیرات کی دو صورتیں ہیں: (۱) طبعی (۲) غیر طبعی۔

(۱) **طبعی تغیرات:** ایسے تغیرات جو طبعی طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں، جیسے ① موسمی تغیرات ② مختلف سمتوں کی ہوائیں ③ پہاڑوں اور سمندروں کا قرب ④ زمین کا تغیر۔

① **موسموں کے تغیرات اور اُن کا مزاج:** کل چار موسم ہیں: (۱) ربیع یعنی موسم بہار جو سردیوں کے بعد آتا ہے۔ اس کا مزاج معتدل ہے۔ (۲) صیف (موسم گرما)، گرم خشک ہے۔ (۳) خریف (موسم خزاں)، جو گرمیوں کے بعد اور سردیوں سے پہلے آتا ہے اس کا مزاج

سرد خشک ہے۔ شتاء (موسم سرما) اس کا مزاج سرد تر ہے۔

موسموں کے امراض: تمام موسم اپنے مزاج کے مناسب امراض پیدا کرتے ہیں اور مزاج کے خلاف امراض دور کرتے ہیں یا دور کرنے میں مدد کرتے ہیں اور اکثر دور کر دیتے ہیں۔

(i) موسم گرما کے امراض: موسم گرما کا مزاج گرم خشک ہے، اس سے جسم میں صفرا زیادہ پیدا ہوتا ہے اور اس میں تیزی آ جاتی ہے جس سے جسم میں بے چینی اور حدت بڑھ جاتی ہے دِل گھبراتا ہے، صفراوی بخار اور سوزشی امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور خشکی جسم میں نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس سے البتہ موسم سرما کے امراض مثلاً نزلہ، زکام، نمونیہ اور ہر قسم کی بلغم خشک ہو جاتی ہے۔

(ii) موسم خریف کے امراض: چونکہ یہ موسم گرمی کے بعد آتا ہے اس لئے اس موسم میں گرمی تو ختم ہو جاتی ہے البتہ خشکی قائم رہتی ہے[1]، اور اس طرح اس موسم کا مزاج سرد خشک بن جاتا ہیں، اس موسم میں جسم کے اندر سودا بڑھ جاتا ہے جس سے ہاضمے کی خرابی، ریاحی امراض کی زیادتی، بدن میں درد وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ البتہ بھوک کی زیادتی اور صفراء کی حدت میں کمی اور خون میں غلظت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

(iii) موسم سرما کے امراض: اس موسم میں گزشتہ موسم (خریف) کی سردی کے ساتھ رطوبات کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور اس موسم کا مزاج سرد تر بن جاتا ہے۔ اس موسم میں بدن میں بلغم کی زیادتی ہو جاتی ہے، جس کے ساتھ بلغمی امراض مثلاً نزلہ، زکام، سردی کا لگ جانا اور نمونیہ وغیرہ اکثر پایا جاتا ہے۔ البتہ اس سے صفراوی امراض دور ہو جاتے ہیں۔ خون کی حدت رفع ہو جاتی ہے۔

(iv) ربیع (موسم بھار) کے امراض: اس موسم میں گزشتہ موسم کی رطوبت تو باقی رہتی ہے، البتہ اس میں گرمی کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اس موسم کا مزاج گرم تر بن جاتا ہے۔ اس موسم میں سردی کی وجہ سے رُکے ہوئے مواد گرمی کی وجہ سے تحلیل ہو کر بہہ نکلتے ہیں یا حدّت اُن پر اثر کر کے ان کو پکا کر پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں خارج کر دیتی ہے۔ اس لئے اس موسم میں عام طور پر اسہال قے اور ہیضہ کے امراض زیادہ ہوتے ہیں۔

۲ مختلف سمتوں کی ہوائیں: جنوب اور جنوبی ہوا گرمی تری پیدا کرتی ہے۔ شمال اور شمالی ہوا سردی خشکی پیدا کرتی ہے۔ مشرق اور مشرق کی سمتوں کی ہوائیں اعتدال کے قریب ہیں۔

۳ پہاڑوں اور سمندروں کا قرب: اگر پہاڑ شہر سے دکن کی طرف ہوگا تو اس شہر کی ہوا نسبتاً سرد ہوگی اور اگر شمال کی طرف ہوگا تو اس شہر کی ہوا نسبتاً گرم ہوگی۔ اگر سمندر شہر سے دکن کی طرف ہوگا تو شہر کی ہوا نسبتاً گرم ہوگی اور اگر شمال کی طرف ہوگا تو نسبتاً سرد ہوگی۔ ان کی وجوہات یہ ہیں کہ پہاڑ سورج کی شعاعوں کو شہر کی طرف آنے میں رکاوٹ کرتا ہے، اسی طرح سمندر کی مرطوب ہوائیں بھی گرمی اور سردی کے اثر میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔

۴ زمین کا تغیر: زمین کے تغیر سے عام طور پر پتھریلی زمین خشکی پیدا کرتی ہے، لیکن جسم کو مضبوط بناتی ہے۔ خاکی اور تر زمین ہوا کو مرطوب کرتی اور ریگستانی زمین گرمی خشکی پیدا کرتی ہے۔ میدانی زمین گرمی اور تری پیدا کرتی ہے۔

---

[1] قانون فطرت یہی ہے کہ دونوں کیفیت اکٹھی نہ بدلی جائیں بلکہ باری باری ایک ایک کیفیت کو دور کیا جائے۔ مثلاً اگر خشکی کے علاج میں پہلے گرم کیفیت کو دور کیا جائے۔ اور بعد میں خشک کیفیت کو رفع کیا جائے۔ اسی طرح سرد خشک کیفیت میں پہلے خشک کیفیت کو دور کیا جائے اور پھر سردی کو رفع کیا جائے۔ سردی تری کے علاج میں پہلے سردی کو رفع کیا جائے اور اس کے بعد تری کا علاج کیا جائے۔ اسی طرح گرمی تری میں اوّل تری اور بعد میں گرمی کو رفع کیا جائے۔ جس طرح فطرت موسموں کے تغیرات سے سبق دیتی ہے۔

عام طور پر ٹھنڈی ہوا بدن کو مضبوط اور قوائے ہضم کو تیز اور رنگ کو صاف کرتی ہے۔ گرم ہوا جسم کو ڈھیلا اور قوائے ہضم کو ضعیف اور رنگ کو سیاہ کر دیتی ہے۔

وبا: مسموم ہوا فاسد ہو کر زہریلی ہو جاتی ہے اور اکثر ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔

(۲) ہوا کے غیر طبعی تغیرات: اس کے دو اقسام ہیں۔ اوّل وہ جو طبیعت کے مخالف نہیں ہوتے، جیسے اسباب سماوی اور ارضی۔ اسباب سماوی افلاک سے متعلق ہیں۔ چنانچہ کبھی آفتاب کے ساتھ بہت سے روشن ستارے جمع ہو جاتے ہیں اور موسم سرما میں گرمی پیدا کر دیتے ہیں یا سورج گرہن کے وقت موسم گرما میں یکا یک سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ ارضی کا تعلق زمین سے ہوتا ہے، جیسے مختلف مقامات کی وجہ سے ہوا مختلف ہو جاتی ہے۔ دوسرے ایسے غیر طبعی تغیرات جو طبیعت کے مخالف ہوتے ہیں، جیسے وباء جو عام طور پر بڑی بڑی جنگوں کے دوران میں لاشوں کے متعفن ہونے سے ہوا میں زہریلے اثرات نفوذ کر جاتے ہیں جس سے وہ مسموم ہو جاتی ہے اور وبائی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

✿ ماکولات و مشروبات

ماکول و مشروب میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو کھانے پینے میں آتی ہیں اور منہ کے ذریعہ جسم میں پہنچائی جا سکتی ہیں، ان کی چھ صورتیں ہیں: (۱) غذائے مطلق (۲) دوائے مطلق (۳) سم مطلق (۴) غذائے دوائی (۵) دوائے غذائی (۶) دوائے سمی۔

(۱) غذائے مطلق: غذائے مطلق وہ خالص غذا ہے کہ جب بدن میں وارد ہوتی ہے تو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جاتی ہے۔ لیکن بدن میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتی بلکہ خود جزوِ بدن ہو کر بدن کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً روٹی، گوشت اور دودھ وغیرہ۔

(۲) دوائے مطلق: دوائے مطلق وہ ہے جو بدن سے متاثر ہو کر بدن میں تغیر پیدا کرے اور آخر کار جزوِ بدن ہوئے بغیر بدن سے خارج ہو جائے۔

(۳) سمِ مطلق (خالص زہر): وہ جو خود تو بدن سے متغیر و متاثر نہ ہو لیکن بدن میں اپنا اثر و تغیر پیدا کر کے فساد کا باعث ہو، مثلاً سنکھیا اور سانپ وغیرہ کا زہر۔

(۴) غذائے دوائی: غذائے دوائی وہ ہے جو بدن سے متاثر ہو کر متنفر ہو جائے اور اس کے بعد خود بدن کو متاثر و متغیر کر دے اور اس کا زیادہ حصہ جزوِ بدن بنے اور کچھ حصہ بغیر جزوِ بدن بنے جسم سے خارج ہو جائے۔ مثلاً پھل وغیرہ۔

(۵) دوائے غذائی: وہ ہے جو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جائے اور اس کے بعد بدن کو متاثر و متغیر کر دے اور اس کا کچھ حصہ جزوِ بدن بنے اور زیادہ حصہ بغیر جزوِ بدن بنے جسم سے خارج ہو جائے، مثلاً میوہ جات اور گھی وغیرہ۔

(۶) دوائے سمی: وہ ہے جو بدن سے متاثر کم ہو اور بدن کو زیادہ متغیر کرے اور نقصان پہنچائے۔

ماکول و مشروب کے اثر کرنے کی صورتیں: ماکول و مشروب کے اثر کرنے کی صورتیں یہ ہیں کہ اگر فقط مادے سے اثر انداز ہو تو اُسے غذا کہتے ہیں اور اگر صرف کیفیت سے اثر کرے تو دوا۔ اگر اس کا اثر مادّہ اور کیفیت دونوں کے لحاظ سے ہو تو اگر مادہ زیادہ ہے تو غذائے دوائی اگر کیفیت زیادہ ہے تو دوائے غذائی کہتے ہیں۔ اگر صرف اپنی صورت نوعیہ سے اثر کرے تو اُسے ذوالخاصہ کہتے ہیں۔ جس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل ذوالخاصہ موافقہ (تریاق) اور دوسرے ذوالخاصہ مخالفہ جیسے زہر، اگر مادے اور صورتِ نوعیہ سے اثر کرے تو غذائے ذوالخاصہ اور اگر کیفیت اور صورتِ نوعیہ سے اثر کرے تو اس کو دوائے ذوالخاصہ کہتے ہیں۔

غذا کی اقسام: غذا کی دو اقسام ہیں: (i) لطیف (ii) کثیف۔

(i) غذائے لطیف: ایسی ہلکی غذا جس سے رقیق خون پیدا ہو، جیسے آب انار۔

(ii) غذائے کثیف: ایسی بھدّی غذا جس سے غلیظ (گاڑھا) خون پیدا ہو، مثلاً گائے کا گوشت۔ پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں:
(۱) صالح الکیموس یا فاسد الکیموس (۲) کثیر الغذا یا قلیل الغذا۔

صالح الکیموس: ایسی غذا جس سے جسم کے لئے بہترین خلط پیدا ہو، جیسے بھیڑ کا گوشت، ابلا ہوا انڈہ وغیرہ۔

فاسد الکیموس: وہ غذا جس سے ایسی خلط پیدا ہو جو بدن کے لئے مفید نہ ہو جیسے مولی یا نمکین سوکھی مچھلی۔ کیموس کے معنی خلط کے ہیں۔

کثیر الغذا: کثیر الغذا وہ غذا ہے جس کا اکثر حصہ خون بن جائے جیسے نیم برشت انڈے کی زردی۔

قلیل الغذا: قلیل الغذا وہ غذا ہے جس کا بہت تھوڑا حصہ خون بنے، جیسے پالک کا ساگ۔

غذائے لطیف، کثیر الغذا اور صالح الکیموس کی مثال زردی بیضہ، نیم برشت انڈہ اور ماء اللحم (یخنی) ہے۔ غذائے کثیف، قلیل الغذا اور فاسد الکیموس کی مثال خشک گوشت، بینگن، مسور اور باقلا ہیں۔

پانی

پانی [1] چونکہ ایک بسیط رُکن ہے، اس لئے بدن کی غذا نہیں بنتا بلکہ غذا کا بدرقہ بنتا ہے۔ یعنی غذا کو پتلا بنا کر باریک تنگ راستوں میں پہنچانے کا کام کرتا ہے۔

بہترین پانی: چشموں کا پانی سب سے بہتر ہوتا ہے اور چشموں میں سے بہترین چشمہ وہ ہے جس کی زمین طینی (خاکی) ہو اور اس کی صفت یہ ہو کہ اس کا پانی شیریں ہو، مشرق کی طرف بہتا ہو، اس کا سرچشمہ دور ہو، بلندی سے پستی کی طرف آئے اور اس پر آفتاب کی روشنی پوری طرح پڑتی رہے۔

دوسرے درجہ کا پانی: چشموں کے پانی کے بعد بارش کے پانی کا درجہ ہے، لیکن اس میں بھی بہترین پانی وہ ہے جو پتھریلے گڑھے میں جمع ہو گیا ہو اور اس پر خوب دھوپ پڑتی ہو اور اس کے ساتھ شمال اور مشرق کی ہواؤں کے تھپیڑے لگتے ہوں۔ ان پانیوں کے علاوہ دوسرے سب پانی تیسرے درجہ کے ہیں، جیسے دریاؤں، نہروں اور ندی نالوں کا پانی۔[2]

✿ نینداور بیداری

سونا جاگنا ضروریاتِ زندگی کے لئے نہایت اہم ہے۔ اس میں کمی بیشی صحت کے بگاڑ کا موجب بن جاتی ہے۔ نیند ظاہر بدن کو سرد اور اندرونی بدن کو گرم کرتی ہے۔ اگر نیند کمی کے ساتھ ہو تو تری پیدا کرتی ہے اور زیادتی کے ساتھ سردی خشکی پیدا کرتی ہے۔ نیند کو سکون سے زیادہ مشابہت ہے۔ نیند میں روح اندر کو دھنس جاتی ہے اور اسی وجہ سے بیرونی بدن ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اکثر کپڑا اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

---

[1] یہ یاد رہے کہ موجودہ پانی جو ہمارے گردو پیش ہے یہ وہ بسیط پانی نہیں ہے جیسا کہ ارکان کے بیان میں لکھا جا چکا ہے، بلکہ یہ مرکب پانی ہے اور کئی چیزوں سے مرکب ہے۔ یہ پیٹ میں جا کر پھٹ جاتا ہے اور اس میں سے خالص (رُکن) پانی جسم میں اپنے وہ فرائض انجام دیتا ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

[2] آج کل شہروں کے اندر پمپنگ کا انتظام ہے یعنی پانی کو مشینوں کے ذریعہ کھینچ کر اس کی تقطیر کی جاتی ہے جو انسانی ضرورت کے لئے ایک اچھی قسم کا پانی بن جاتا ہے، لیکن یہ پانی بھی چشموں اور بارش کے پانی جو اپنی صفات میں پورے ہوں، مقابلہ نہیں کرسکتا۔

زیادہ سونا بدن میں بہت زیادہ رطوبت پیدا کرتا ہے اور پھر اس میں سردی کی زیادتی، سردی خشکی پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے خون میں غلظت اور سوداویت (گاڑھا اور سیاہ خون) پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا خون اور دماغ دونوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ نیند غذا کو ہضم کرتی ہے۔ جس سے بدن میں گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب بدن میں غذا نہیں ہوتی تو روح اور جسم کو تحلیل کر کے ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ دن کے وقت سونا نہایت برا ہے۔ اس سے جسم کا رنگ خراب ہو جاتا ہے۔ تلی (طحال) میں نقص پڑ جاتا ہے جس سے وہ خون کو اچھی طرح صاف نہیں کر سکتی۔ منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام جسمانی قوتیں سست ہو جاتی ہیں۔ ذہن کند ہو جاتا ہے۔ اس لئے دن کے وقت سونے کی عادت کو آہستہ آہستہ چھوڑ دینا چاہئے۔ البتہ جو لوگ رات کو جاگتے ہیں یا عبادت گزار ہیں یا دماغی محنت کرتے ہیں، اُن کے لئے قیلولہ کرنا بہت ضروری اور مفید ہے۔ کیونکہ رات کی تھوڑی نیند سے اُن کی غذا پوری طرح ہضم نہیں ہوتی، اس لئے قیلولہ سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

بیداری کا اثر تمام باتوں میں نیند کے برعکس ہوتا ہے یعنی بیداری کی مشابہت حرکت سے ہے اور اس سے جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ بے خوابی (یعنی ایسی حالت جس میں پوری طرح نیند نہ آئے اور کبھی بیداری کبھی دونوں کی درمیانی حالت) میں نیند چونکہ حرارت کو بدن کے اندر کی طرف لے جاتی ہے اور بیداری باہر کی طرف تو اس کشمکش میں طبیعت گھبرا جاتی ہے اور ساتھ ہی کیونکہ وہ پوری طرح اندر کی طرف متوجہ ہو کر غذا کو ہضم کر سکتی ہے اور نہ ہی باہر کی طرف پوری طرح رجوع کر کے فضلات کا اخراج کر سکتی ہے۔ اس لئے غذا فاسد ہو جاتی ہے اور شکم میں نفخ، ریاح اور قراقر پیدا ہو جاتے ہیں۔

نیند کے متعلق صحیح صورت یہ ہے کہ جوانی میں دن رات کی چوتھائی (یعنی چھ گھنٹے) کافی ہے۔ البتہ بچوں، بوڑھوں اور مریضوں کو زیادہ سونا چاہئے۔

۴ حرکت وسکون بدنی

حرکت ایسی صورت کا نام ہے جب کوئی شے (جسم) کسی خاص وضع (سکون یا قیام) سے فعل میں آئے۔ درحقیقت اس دُنیا میں سکون مطلق کا وجود نہیں ہے۔ البتہ جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد حرکت وسکون نسبتی ہوتی ہے۔ یعنی جب کوئی جسم بلحاظ دوسرے جسم کے کسی خاص وضع یا خاص حالت پر قائم رہتا ہے تو اس کو ساکن ہونا کہتے ہیں اور جب اس کی وضع یا حالت فعل میں آ جاتی ہے تو اس کو حرکت کہتے ہیں۔ حرکت جسم میں گرمی پیدا کرتی ہے اور اُس کی زیادتی جسم کو تحلیل کرتی ہے۔ سکون سردی پیدا کرتا ہے، اور جسم میں رطوبت کو زیادہ کرتا ہے۔ البتہ حرکت وسکون دونوں کی انتہائی زیادتی جسم میں خشکی پیدا کرتی ہے۔ معتدل حرکت وسکون غذا کو ہضم کرنے اور جسم کو صحت مند رکھنے میں ممد ومعاون ہے۔ حرکت وسکون دونوں کی انتہائی زیادتی جسم میں سردی پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ زیادہ حرکت اور زیادتی سکون میں اوّل الذکر جسم کو تحلیل کر کے سردی کا باعث ہوتی ہے۔

۵ حرکت وسکون نفسانی

حرکت وسکون نفسانی، نفس کی حرکت کا نام ہے، جو ضرورت کے وقت کبھی جسم کے اندر کبھی جسم کے باہر حرکت کرتا ہے۔ جس کے ساتھ حرارتِ جسم بھی کبھی اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی باہر کی طرف نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ پھر ان کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) حرکت کا دفعتہً اور یکلخت اندر یا باہر کی طرف جانا۔ (۲) آہستہ آہستہ اندر اور باہر کی طرف رجوع کرنا۔ اسی طرح ایک تیسری صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے، جس میں یہ نفس بیک وقت کبھی اندر کبھی باہر حرکت کرتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ نفس جس طرف حرکت کرتا ہے وہاں دورانِ خون تیز ہو کر حرارت پیدا کر دیتا ہے اور

جس مقام سے حرکت کر کے جاتا ہے، وہاں دورانِ خون کی کمی ہو کر سردی پیدا ہو جاتی ہے۔

جسم انسان پر نفسیاتی اثرات

جسم انسان پر نفسیاتی اثرات کی تین بالمقابل صورتوں کے چھ جذبات ہیں: (۱) مسرت (۲) غم (۳) خوف (۴) غصہ (۵) لذت (۶) شرمندگی۔

① **غصہ**: غصہ کی حالت میں جذبے کا اظہار باہر کی طرف یکبارگی ہوتا ہے۔

② **خوف**: خوف کی حالت میں جذبے کا رجوع یکبارگی اندر کی طرف ہوتا ہے۔

③ **خوشی**: خوشی کی حالت میں کسی جذبے کا رجوع رفتہ رفتہ باہر کی طرف ہوتا ہے۔

④ **غم**: غم کی صورت میں کسی جذبے کا رجوع رفتہ رفتہ اندر کی طرف ہوتا ہے۔

⑤ **شرمندگی**: شرمندگی کی حالت میں نفس یکبارگی کبھی اندر اور کبھی باہر جاتا ہے۔

⑥ **لذت**: لذت کی حالت میں نفس آہستہ آہستہ کبھی اندر کبھی باہر جاتا ہے۔[1]

یہ ملے جلے جذبات دراصل دو جذبوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ جیسے شرمندگی، خوف اور غصے سے مرکب ہے۔ اس لئے خوف کی حالت میں نفس یکبارگی اندر کی طرف رجوع کرتا ہے اور غصے میں یکبارگی باہر کی طرف۔ یعنی اس شخص کو جسے شرمندگی ہوتی ہے، اُسے بیک وقت خوف کے

[1] حرکت وسکون نفسانی دراصل نفس کی حرکت وسکون نہیں، کیونکہ نفس اپنا مقام نہیں بدلتا۔ ایسا مجازاً کیا جاتا ہے۔ البتہ نفس کے انفعالات اور تاثرات خون اور روح میں ضرور حرکت پیدا کر دیتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر یہ انفعالات و تاثرات دراصل باعث حرکت ہیں، ان کا عدم باعثِ سکون روح اور خون ہے۔ یہ حرکت و سکون نفسانی بدن کے لئے ویسا ہی ضروری ہے جیسا حرکت وسکون بدنی۔ کیونکہ بدنی حرکات کا دارومدار خواہشات وجذبات نفسانیہ پر بھی ہے۔ مثلاً شوق کے وقت طلب کی حرکت، نفرت کے وقت فرار کی صورت، غصے کے وقت مقابلے کی حالت اور اسی طرح خوف کے وقت چہرے کا سفید ہو جانا اور غصے کے وقت چہرے کا سرخ ہو جانا۔ یہ سب کچھ خون اور روح کے زیر اثر ہے۔ اس کے برعکس نفسیاتی سکون کی ضرورت اس لئے ہے کہ روح اور خون کو نسبتاً آرام حاصل ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تحلیل نہ ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ نفس جب کسی مناسب یا مخالف شے کا ادراک اور احساس کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مناسب کو حاصل کرنا اور مُخالف سے بچنا چاہتا ہے، تو اس وقت اپنی نفسانی قوتوں کو حرکت میں لاتا ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ نفسانی قوتیں ارواح کے تابع ہیں، جن کا حامل خون ہے۔ گویا ارواح خون کی حرکت کے بغیر اور خون نفسانی قوتوں کے بغیر عمل نہیں کر سکتا۔ اسی عمل کا نام نفسانی حرکت وسکون ہے۔

نفسانی جذبات کو سمجھنے کے لئے اور سہولت کی خاطر ہم نے ان کو اعضاء رئیسہ کے مطابق تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ہر عضو کے لئے دو جذبے مخصوص کر دیئے ہیں۔ ان دو جذبوں میں ایک عضو میں انبساط پیدا کرتا ہے اور دوسرا انقباض۔ ان کی ترتیب درج ذیل ہے۔

① **دل**: دِل پر مسرت سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور غم سے انقباض۔

② **دماغ**: دماغ میں لذت سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور خوف سے انقباض۔

③ **جگر**: جگر میں ندامت سے انبساط پیدا ہوتا ہے اور غصے میں انقباض۔

لیکن یہ جاننا بھی انتہائی ضروری ہے کہ جب دِل، دماغ، جگر کسی ایک میں، کسی خاص قسم کی تحریک ہوگی، تو باقی دو اعضاء میں بھی کوئی نہ کوئی حالت پائی جائے گی۔ مثلاً اگر اعصاب میں تحریک ہوگی تو یہ ضروری بات ہے کہ جگر میں تحلیل (انبساط) اور دِل میں سکون (سردی) پائے جائے گی۔ گویا اس امر کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ جب کسی جذبے کے ماتحت کسی عضو کا مطالعہ مقصود ہو تو باقی اعضاء کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔

ساتھ غصہ بھی آ تا رہتا ہے۔ یہ غصہ دراصل خوف کے جذبے کو دور کرنے کی جدوجہد ہوتی ہے یا ردِّ عمل ہوتا ہے۔ ایسے ہی لذت بھی مسرت اور غم سے مرکب ہے۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ خوشی اور غصہ کی حالت میں قلب پر ایسا اثر پڑتا ہے جس سے اس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے اور خون زیادہ مقدار میں شریانوں کی طرف روانہ ہو جاتا ہے اور تمام اعضاء میں زیادہ پہنچتا ہے۔ اس لئے بیرونی اعضاء میں خون کی گرمی اور جوش معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس خوف اور غم کی حالت میں قلب پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ اُس کی حرکت سست ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور خون بیرونی جسم کی طرف مقدار میں کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے تمام اعضاء میں کم پہنچتا ہے۔ جس سے جسم ٹھنڈا اور سست ہو جاتا ہے۔

احتباس و استفراغ

استفراغ کے معنی ہیں مواد اور فضلات کا بدن سے اخراج پانا، اور احتباس کے معنی ہیں غذائی اجزاء اور فضلات کا جسم میں رُکنا۔ فضلات دراصل اضافی لفظ ہے۔ حقیقت میں فضلات کوئی شے نہیں ہیں۔ کیونکہ جن مواد کی کسی جسم کے لئے ضرورت نہیں ہوتی وہ اس کے لئے فضلات بن جاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسم کے اندر غیر ضروری غذائی اجزاء یا مفید مواد جب ان کو طبیعت قبول نہیں کرتی یا طبیعت کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ سب فضلات میں شامل ہیں۔ فضلات سے مراد ہے فاضل چیز یا فالتو شے۔[1]

اسبابِ احتباس: احتباس مندرجہ ذیل اسباب سے ہوتا ہے: (۱) قوتِ ماسکہ کی سختی (۲) قوت ہاضمہ (۳) قوت دافعہ کی کمزوری (۴) مجاری کی تنگی (۵) سدوں کا پڑ جانا (۶) مادے کی غلظت یا لزوجیت (لیس)۔ (۷) طبیعت[2] کا کسی دوسری طرف متوجہ ہو جانا اور دفعہ کرنے کی حاجت کا احساس زائل ہو جانا۔

استفراغ: بدن کا وجود اور دار و مدار غذا پر ہے۔ غذا کوئی بھی ایسی نہیں جو ساری کی ساری جزوِ بدن ہو جائے اور اس کا فضلہ نہ بنے۔ پھر یہ فضلہ اگر باقی رہے اور اُس کا اخراج نہ ہو تو بدن میں فاسد مادے اکٹھے ہو جاتے ہیں، اس کے لئے استفراغ کی انتہائی ضرورت ہے اور احتباس کی ضرورت اس لئے ہے کہ غذا کچھ عرصہ جسم میں رہے، تاکہ اس کا جوہر طبیعت حاصل کر لے۔

استفراغ اور احتباس کا اعتدال صحت اور طاقت کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ استفراغ کی زیادتی بدن میں خشکی اور سردی پیدا کرتی ہے۔ البتہ اگر جسم میں سرد یا خشک مواد کی زیادتی ہو تو گرمی خشکی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ احتباس کی زیادتی سے جسم بوجھل ہو جاتا ہے۔ بھوک کم ہو جاتی یا رُک جاتی ہے۔ اکثر سدے پیدا ہو جاتے ہیں جن کے نتیجہ میں عفونت (سڑاند) کا ہونا لازمی ہے۔

---

[1] جو غذا کھائی جاتی ہے تندرستی کی حالت میں جسم اس کا ایک خاص حصہ جذب کر کے جزوِ بدن بنا دیتا ہے اور باقی کو فضلات کی شکل میں خارج کر دیتا ہے، لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ فضلات میں جسم انسان کے لئے غذائیت باقی نہیں رہی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر صحت اچھی ہوتی ہے اور اعضاء مضبوط ہوتے ہیں، اُسی قدر زیادہ غذائی اجزاء جذب اور جزوِ بدن بنتے ہیں اور فضلات کم خارج ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مریض اور کمزور اعضاء والے جتنی زیادہ سے زیادہ غذا کھائیں اُن کے اندر اتنی طاقت اور خون کی مقدار پیدا نہیں ہوتی۔ سوال غذا کی قلت و کثرت اور اعلیٰ و ادنیٰ کا نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی صحت اور مضبوط اعضاء کا ہے۔ اگر یہ ہے تو خود بخود زیادہ غذا ہضم ہوتی اور جزوِ بدن بنتی ہے اور زیادہ سے زیادہ طاقت اور خون پیدا ہوتا ہے۔

[2] جب مادے کا اخراج پسینے کے ذریعے ہوتا ہے تو پیشاب اور پاخانہ کم ہو جاتے ہیں یا بند ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب مادے کا اخراج بذریعہ قارورہ (پیشاب) زیادہ ہوتا ہے تو پسینہ اور پاخانہ میں کمی ہو جاتی ہے یا بند ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب پاخانے میں زیادتی ہو تو قارورہ اور پسینے پر اثر پڑتا ہے۔

(۲) اسباب ممرضہ

تعریف

ایسے اسباب وصورتیں اور حالتیں جن کے عمل میں آنے سے جسم انسانی کسی نہ کسی مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جب تک رفع نہ ہوں، مرض قائم رہتا ہے۔

اقسام: اسباب ممرضہ کی تین اقسام ہیں: (۱) اسباب بادیہ (۲) اسباب سابقہ (۳) اسباب واصلہ۔

(۱) اسباب بادیہ: ایسے اسباب جو ظاہری صورت میں ہمارے گردونواح میں پائے جائیں، جن کے اثرات میں مادی چیزوں کا دخل نہ ہو بلکہ وہ کیفیاتی (گرمی سردی، خشکی تری) ہوں یا نفسیاتی (جیسے غم اور غصہ وغیرہ)۔ تفصیل ان کی یہ ہے کہ وہ اسباب نہ خلطی ہوں اور نہ ترکیبی بلکہ اُن کا تعلق خارجی چیزوں سے ہو، مثلاً گرم ہوا یا سرد ہوا اور نفسیاتی صورت میں غصہ اور خوف وغیرہ۔

(۲) اسباب سابقہ: ایسے اسباب جن کا اثر ہمارے جسم پر اُن کے مادے کی وجہ سے ظاہر ہو یعنی کسی شے کے کھانے پینے کے بعد جو اثرات پائے جائیں وہ انہی کا نتیجہ ہوں گے۔[1]

(۳) اسباب واصلہ: ایسے اسباب جن کے بعد معاً مرض نمودار ہوتا ہے، یعنی مرض اور سبب میں کوئی فرق یا دوری نہیں پائی جاتی یا دوسرے الفاظ میں اُن کے اور مرض کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ وہ براہِ راست مرض پیدا کر دیتے ہیں۔ کسی دوسری حالت کا اُن کو انتظار نہیں ہوتا۔ جس کی بہترین مثال امتلاء (مواد کا اجتماع) ہے جو بخار کا موجب ہوتا ہے، گویا امتلاء بلاواسطہ بخار پیدا نہیں کرتا بلکہ اُس کے اور بخار کے درمیان عفونت واسطہ بنتی ہے۔ امتلاء سے ابتداً عفونت لاحق ہوتی ہے اور پھر عفونت سے بخار ہوتا ہے، اس صورت میں عفونت سبب واصلہ ہے جس کے ہوتے ہی بخار آ جاتا ہے اور امتلاء سبب سابقہ کہلائے گا۔[2]

---

[1] اسباب بادیہ اور اسباب سابقہ ایسے اسباب ہیں کہ ان کے اور مرض کے درمیان واسطہ ہوتا ہے یعنی وہ براہِ راست مرض پیدا نہیں کرتے بلکہ ایسی حالت پیدا کرتے ہیں جو مرض کا موجب بن جاتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض اطباء نے صرف اسباب سابقہ ہی کو بالواسطہ مرض کا موجب تسلیم کیا ہے اور بادیہ کو اس سے خارج کر دیا۔ لیکن ہم نے دونوں کو شریک کر دیا، کیونکہ اسباب بادیہ اور سابقہ دونوں اقسام واصلہ نہیں ہیں۔

[2] دراصل اسباب واصلہ، اسباب بادیہ اور اسباب سابقہ سے علیحدہ نہیں ہیں، بلکہ ان دونوں میں سے جو بھی مرض کا باعث ہو جاتا ہے، اُسے اسباب واصلہ کہہ دیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جب یہی دونوں اسباب بادیہ اور سابقہ اپنی شدت اختیار کر لیتے ہیں اور جس کے بعد مرض پیدا ہو جاتا ہے تو یہی اسباب واصلہ کہلاتے ہیں۔ گویا ہم ان کو "واصلہ" کا نام اُس وقت دیں گے جب ان کے بعد معاً مرض پیدا ہو۔ ان اسباب واصلہ کو "اسباب شرکی" بھی کہا جا سکتا ہے، یعنی جن کی شرکت مرض کے ساتھ پائی جائے۔

مختلف طبوں کے اسباب فاعلہ (واصلہ): جاننا چاہئے کہ طب یونانی کا سبب فاعلہ (واصلہ) مزاج اور اخلاط کی خرابی ان کی کمی بیشی اور ان کا جل جانا ہے۔ آیورویدک میں دوشوں کا خراب ہو جانا، ان کی کمی بیشی یا ان کا مقام بدل لینا ہے۔ ایلوپیتھی میں جراثیم اور زہریلے مواد کا پایا جانا اور کمزوری کا پایا جانا ہے۔ ہومیوپیتھی میں روح (وائٹل فورس) کا بیمار ہو جانا۔ بایوکیمک میں جسم میں نمکیات کی کمی یا خرابی کا پیدا ہو جانا۔ کروموپیتھی میں خون کے اندر رنگوں میں کمی بیشی یا خرابی واقع ہو جانا ہے۔ سائیکوپیتھی میں انسانی جذبات میں خرابی واقع ہو جانا اور اُن میں کمی بیشی کا ہو جانا یا ان کا غلط تربیت پا جانا ہے۔ فزیوپیتھی میں اعضاء میں اس قسم کی خرابیاں واقع ہو جانا ہے کہ جن سے ان کے افعال میں افراط و تفریط واقع ہو جائے۔

واضح رہے کہ فزیوپیتھی کے علاوہ باقی جملہ طریقہ ہائے علاج جن اسباب واصلہ کو تسلیم کرتے ہیں وہ سب تمام اسباب بادیہ یا سابقہ ہیں۔ الخ.....

اسبابِ جزوی

تعریف:

ایسی صورتوں اور حالات کا اظہار جن سے گزشتہ تینوں اسباب مرضہ ظہور میں آتے ہیں۔ جزوی اسباب دراصل کوئی جداگانہ اسباب نہیں بلکہ ان صورتوں اور حالتوں کی تشریح ہے جن سے اسباب مرضہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تین قسم کے ہیں: (۱) سوءِ مزاج (۲) مرضِ ترکیب (۳) تفرق اتصال۔

۱ اسباب سوءِ مزاج:

ان میں کیفیات، قویٰ اور عفونت کی تفسیر ہے۔

الف> سوء مزاج گرم کے اسباب

① حرکت جو اعتدال سے تجاوز کر جائے، یہ حرکت یا تو بدنی ہوتی ہے، جیسے ریاضت کی کثرت یا نفسیاتی جیسے غصہ۔

② حرارت بالفعل کی ملاقات جیسے دھوپ یا آگ کی گرمی سے جسم میں گرمی پیدا ہو جائے۔

③ حرارت بالقوۃ کی ملاقات مثلاً گرم دواؤں یا غذاؤں کا کھانا یا گرم ضماد وں کا لگانا، حرارت بالقوۃ کا مقصد وہ گرمی ہے جو بالفعل گرم تو محسوس نہ ہو، لیکن اُس کی تاثیر سے بدن گرم ہو جائے جبکہ حرارت بالفعل سے مقصد یہ ہے کہ وہ بحالت موجودہ گرم محسوس ہو۔

④ مساماتِ بدن کا کثیف ہو جانا۔ مسامات بدن کے کثیف ہو جانے سے حرارت کا اخراج نہیں ہوتا، بلکہ اندرونی بدن میں جمع ہو کر گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مساماتِ بدن کو کثیف کرنے والی چیزیں بالفعل سرد ہوں جیسے برف اور یخ بستہ پانی یا بالقوۃ ہوں جیسے پھٹکری اور مازو وغیرہ۔

⑤ عفونت یعنی مواد کا سڑ جانا جس سے بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہر متعفن مقام پر گرم بخارات اُٹھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جو جسم یا ماحول میں حرارت کا باعث ہوتے ہیں۔

ب> اسباب سوء مزاج سرد

① برودت (سردی) بالفعل کی ملاقات۔

② برودت بالقوۃ کی ملاقات۔

③ کھانے کی بے حد کمی۔ کم کھانے سے خون کم پیدا ہوگا اور حرارت غریزی کو کم تقویت ملے گی۔

ﷺ...... وہ "واصلہ" اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کسی عضو کے فعل میں تغیر واقع نہ ہو۔ مثلاً اگر جراثیم جسم کے اندر اثر انداز ہوں تو وہ کسی عضو کے فعل کو ہی خراب کریں گے یا اگر جسم کے اندر جراثیم کی پیدائش بڑھ جائے تو بھی اس وقت تک مرض ناممکن ہے۔ جب تک جسم کے کسی عضو میں خرابی واقع نہ ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح طریقہ علاج میں اعضاء کے افعال کا جاننا بہت ضروری ہے اور یہی بات اور اصول شیخ الرئیس نے تعریف مرض میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اعضاء کی خرابی کے ساتھ ساتھ خون کے اندر جو کیمیاوی خرابی اور تغیر پیدا ہوتا ہے، اس کا علم بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ اگر اعضاء کی خرابی سبب واصلہ ہے تو خون کے اندر کیمیاوی تغیرات سبب بادیہ اور سابقہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے تشخیص میں اعضاء کی خرابی اور خون کی کیمیاوی خرابی دونوں کا علم ضروری اور اہم ہے۔

۴ کھانے کی بے حد زیادتی - بے حد زیادہ کھانے سے اخلاط نامکمل (کچے) رہ جاتے ہیں، جس سے تخمہ و بدہضمی پیدا ہوتی ہے جو بدن کی حرارت کم کر دیتی ہے۔

۵ مسامات کا بہت زیادہ کثیف (بند) ہو جانا۔

۶ حرکت کی زیادتی - حرکت کی زیادتی سے تحلیل کی زیادتی ہو جاتی ہے، جو بالآخر سردی پیدا کر دیتی ہے۔

۷ سکون کی زیادتی - جس سے رطوبت کا اخراج رُک جاتا ہے اور حرارت غریزی سرد پڑ جاتی ہے۔

۸ مسامات کا کشادہ ہونا - اس سے حرارتِ غریزی کے بکثرت تحلیل ہونے سے سردی پیدا ہو جاتی ہے۔

ج> سوء مزاج خشک کے اسباب

۱ بالفعل خشک چیز کی ملاقات - اس سے مراد گرم خشک اور سرد خشک کیفیات کی زیادتی اور نفسیاتی طور پر غصہ و خوف کا پیدا ہونا ہے۔

۲ بالقوۃ خشک چیزوں کی ملاقات۔

۳ کھانے پینے کی کمی - جس سے کم رطوبت پیدا ہوتی ہے جو بدل ما یتحلل کے لئے کافی نہیں ہوتی۔

۴ حرکت کی زیادتی - جس سے رطوبت بکثرت تحلیل ہوتی اور خشکی کا باعث ہوتی ہے۔

اسباب مرض ترکیب

ان میں فسادِ شکل، تغیر بدن اور مجاری کی خرابیوں کی تفسیر ہے۔

الف> اسباب فساد شکل

۱ قوتِ مصورہ کا قصور جس سے مراد اُس کے فعل کا ناقص ہونا ہے جس سے اعضاء کی مخصوص شکل نہیں بن سکتی۔

۲ قوت مغیرہ (پھیلانے والی) کا قصور، اس سے مراد اس قوت کا مادۂ تولید سے پوری طرح کام نہ لینا اور تیار نہ کرنا ہے۔

۳ ولادتِ غیر طبعی، اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو رحم سے بچہ کے نکلتے وقت واقع ہوں، جب کہ بچہ طبعی طور پر نہ نکل سکے۔

۴ تکمید (پٹی باندھنا)، پٹی کے شدت سے باندھنے یا دیر تک قائم رکھنے میں اعضاء کی شکل عام طور پر بگڑ جاتی ہے۔

۵ سکتہ وضربہ اور حرکت غیر طبعی و اسباب جو عام طور پر خارج سے واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً سکتہ وضربہ (گر پڑنا اور چوٹ لگنا) یا اعضاء کے سخت ہونے سے قبل چلنا پھرنا یا اُن پر دباؤ ڈالنا یا کھینچنا۔

ب> اسباب اتساع (کشادگی) مجاری

۱ قوت ماسکہ کی کمزوری جس سے مجاری کے ریشے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

۲ قوتِ دافعہ کی شدید حرکت جس کے دباؤ سے راستے زیادہ کھل جائیں۔

۳ ادویاتِ مفتح (راستوں کو کھول دینے والی دوائیں) مثلاً گرم تر اندرونی اور بیرونی ادویہ۔

۴ ادویات مرخیہ (ڈھیلا کر دینے والی دوائیں) جن سے مجاری کے ریشے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

ج> اسباب ضیق مجاری: ایسے اسباب جن سے مجاری تنگ ہو جاتی ہیں جو اکثر اس قسم کے اسباب ہوتے ہیں جو اسباب اتساع مجاری کے برعکس ہوں۔

د> اسباب سُدّہ

① کوئی بیرونی چیز مجاری میں پھنس جائے۔

② مجاری کا منفذ (سوراخ) کسی زخم کے بھرنے کے باعث بند ہو جائے۔

③ کسی مجریٰ (نالی) کے قریب کوئی ایسا ورم پیدا ہو جائے جس کے دباؤ سے وہ مجریٰ بند ہو جائے۔

④ زیادہ سردی کے باعث سکیڑ پیدا ہو جائے۔

⑤ قوت ماسکہ کا فعل زیادہ سختی کے ساتھ عمل کرے۔

ہ> اسباب خشونت: ایسے اسباب جن سے اعضاء کی سطح کھردری ہو جائے، اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، داخلی اور خارجی۔ داخلی صورت میں کسی مادے کا گرنا اور خارجی صورت میں گرد وغبار اور دھوئیں کا اثر انداز ہونا ہے۔

و> اسباب ملاثت: ایسے اسباب جن سے اعضاء کی سطح چکنی ہو جائے، اُس کی بھی دو ہی صورتیں ہیں۔ داخلی اور خارجی۔ داخلی صورت میں کوئی لیسدار خلط عضو پر گر کر اس کی سطح کو چکنا کر دیتی ہے اور خارجی طور پر جیسے موم روغن کسی عضو کی سطح پر لگایا جائے۔

ز> مقدار اور عدد کی زیادتی کے اسباب

① مادے کی کثرت خواہ مادہ اچھا ہو یا خراب۔

② قوتِ جاذبہ کی شدت جس سے اعضاء کے اندر بکثرت مواد جذب ہو جاتا ہے۔

ح> مقدار اور عدد کی کمی کے اسباب:

① مادے کی کمی۔

② قوتِ جاذبہ کی کمزوری۔

③ قوتِ مصورہ کی غلطی۔

ط> اسباب فساد و وضع: ایسے اسباب جن سے کوئی عضو ضرورت کے خلاف دوسرے عضو سے قریب یا دور ہو جائے۔ یہ درج ذیل ہیں:

① کوئی مادہ تشنج (کھینچنے والا)۔

② کوئی مادہ مرخیہ (ڈھیلا کرنے والا)۔

③ قرح (زخم) کا اثر۔

④ کسی خلط کی خشکی۔

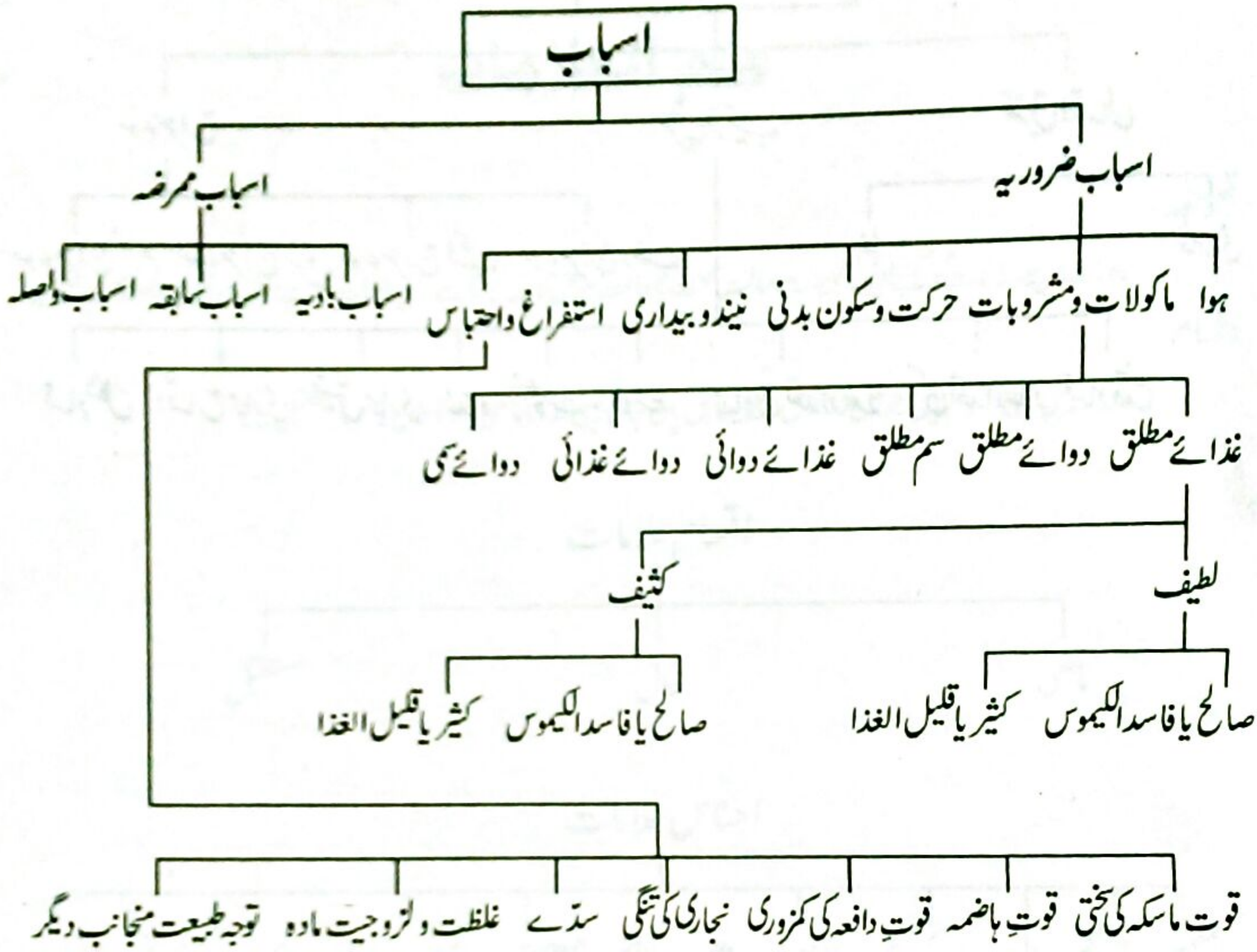
⑤ تحجر خلط (کسی خلط کا سخت ہو جانا)۔

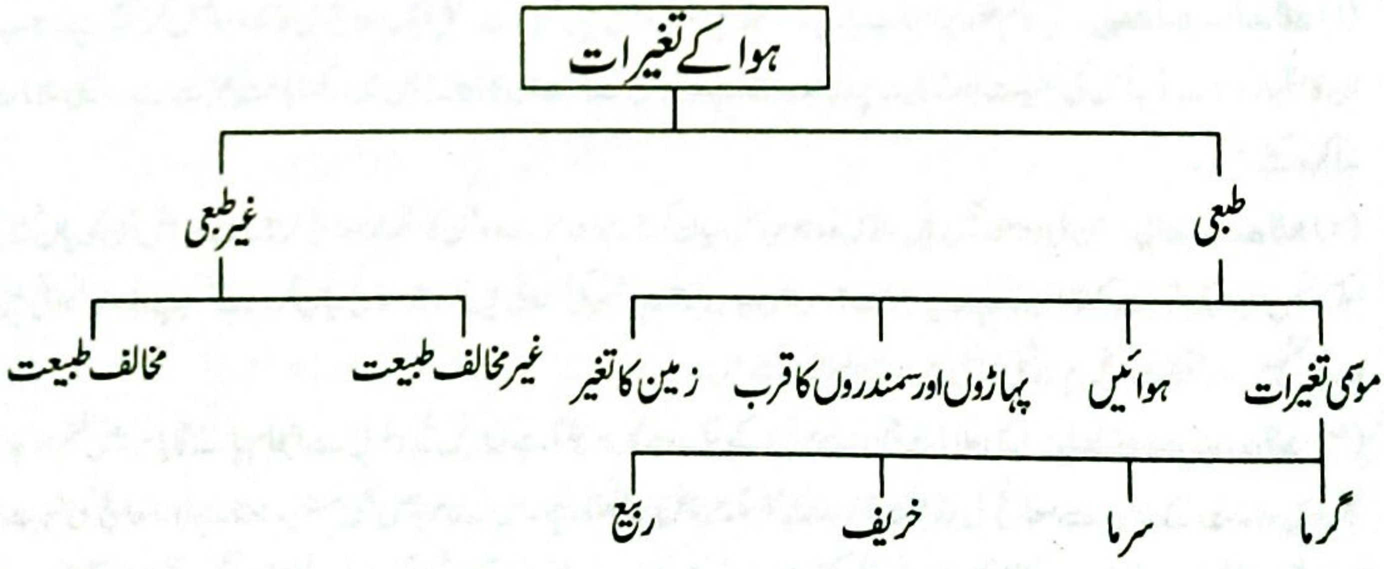
⑥ حرکت (غیر طبعی) کی زیادتی۔

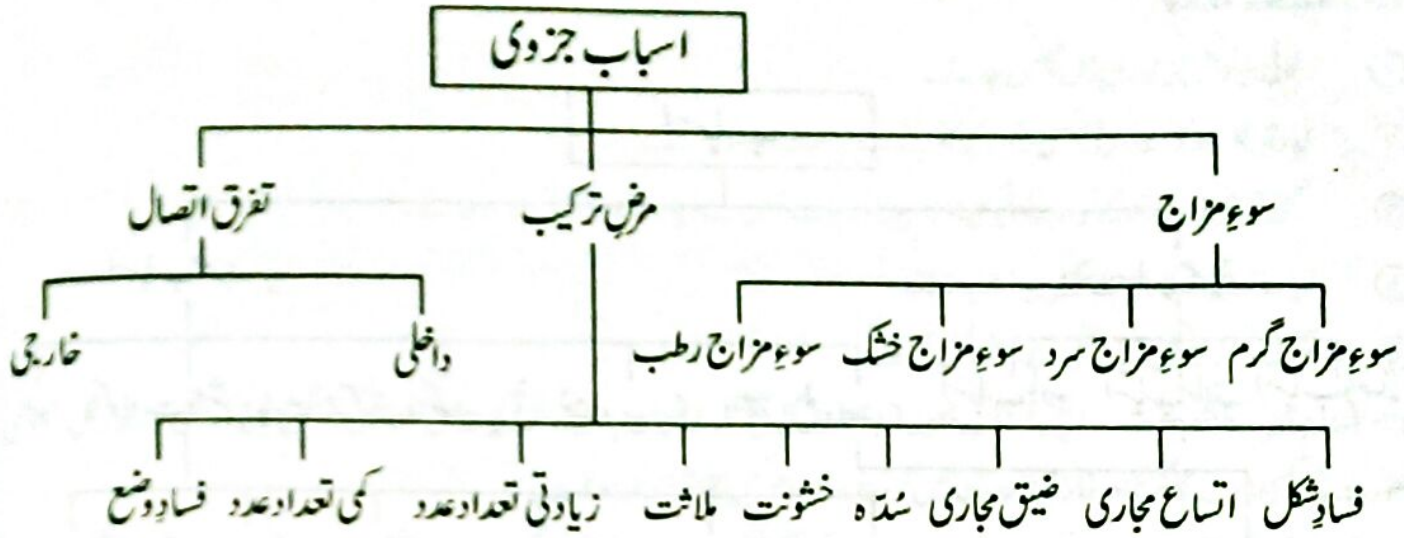
تفرق اتصال

یہ ایسے اسباب ہیں جن سے جسم کے اندر ٹوٹ پھوٹ واقع ہو۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، داخلی اور خارجی۔ داخلی صورت میں کوئی اکال (کھا جانے والی) خلط اس کو گلا سڑا کر کھا جائے یا کوئی محرق خلط عضو کو جلا دے یا کوئی لاذع (کاٹنے والی) یا صادع (پھاڑنے والی) جسم پر اثر

انداز ہو کر نقصان پہنچائے۔ خارجی صورت میں تلوار سے کٹ جانا یا رسی سے باندھ کر جھٹکا دے دینا یا آگ سے جلنا وغیرہ۔






اسباب جزوی
سوءِ مزاج
مرضِ ترکیب
تفرقِ اتصال
سوءِ مزاج گرم
سوءِ مزاج سرد
سوءِ مزاج خشک
سوءِ مزاج رطب
داخلی
خارجی
فسادِ شکل
اتساعِ مجاری
ضیقِ مجاری
سُدّہ
خشونت
ملاثت
زیادتی تعدادِ عدد
کمی تعدادِ عدد
فسادِ وضع

جزوِ چہارم

علم العلامات

تعریف

علامات ایسے نشانات کو کہتے ہیں جن سے حالتِ صحت یا حالتِ مرض کا پتہ چلتا ہے۔ یہ علامات گاہے مرض ہوتی ہیں اور گاہے عرض۔

اقسام

علامات کی تین اقسام ہیں جو تین زمانوں کے مطابق پائی جاتی ہیں: (۱) ماضی (۲) حال (۳) مستقبل۔

اقسامِ علامات

- ماضی
- حال
- مستقبل

اجناسِ علامات

- ملمس
- لحم و شحم
- بال
- بدن کی رنگت
- اخلاط
- ساختِ اعضاء
- طبعی افعال
- نیند و بیداری
- انفعالات انسانی
- فضلات

(۱) علامات ماضی: یہ عام طور پر اسباب بادیہ یا سابقہ پر روشنی ڈالتی ہیں جن سے اکثر ایک معالج ہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جب وہ ان کا اظہار کرتا ہے تو یہ اُس کی فضیلت اور قابلیت پر دلالت کرتا ہے۔ معالج کے لئے ان کا ہمیشہ ذہن میں رکھنا باعثِ عزت ہے۔ ایسی علامات کو مذاکرہ کہتے ہیں۔

(۲) علامات حال: ان کی دو صورتیں ہیں، اوّل وہ جو مریض بیان کرتا ہے، دوسرے وہ جن کا اظہار معالج کرتا ہے۔ مریض اُن کو بیان نہیں کر سکتا، لیکن ان کے اثرات سمجھتا ضرور ہے۔ یہ علامات جو مریض بیان کرتا ہے "شرکی" ہوتی ہیں اور جو معالج بیان کرتا ہے "سبب واصلہ" ہوتی ہیں۔ اور یہی تشخیص اور حقیقت مرض پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کو دال کہتے ہیں۔

(۳) علامات مستقبل: ایسی علامات جن سے مرض کے نیک و بد کا پتہ چلتا ہے کہ مرض خیر و خوبی سے انجام پائے گا یا مریض ختم ہو جائے گا۔ ایسی علامات کے بیان سے معالج کی حذاقت اور حدث کا سکہ مریض پر بیٹھتا ہے۔ ان سے مریض بھی مستفید ہوتا ہے اور معالج کی شہرت اور عزت بھی بڑھتی ہے۔ ان علامات کو "تقدم معرفت" کہتے ہیں۔ علاج کے دوران میں ان تینوں قسم کی علامات کا ذہن نشین رکھنا حاذق طبیب کے

لئے نہایت اہم ہے۔ یہ تینوں قسم کی علامتیں یا تو مزاجوں پر دلالت کرتی ہیں یا ترکیب پر (مشینی یا کیمیاوی)۔

اجناسِ علامات

یہ تمام علامات دس جنسوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔

(۱) **ملمس** (چھو کر معلوم کرنا): اگر ملمس چھو کر گرمی محسوس کرے تو یہ حرارت کی علامت ہوگی، اگر سردی محسوس کرے تو برودت پر دلالت کرے گا۔ اگر نرمی محسوس ہو تو رطوبت پر اور سختی محسوس کرے تو خشکی کو ظاہر کرے گا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ چھونے والے شخص کا مزاج معتدل ہونا چاہئے۔ اگر اس کے مزاج میں اعتدال نہ ہوگا تو نتیجہ تسلی بخش نہیں آئے گا۔

(۲) **لحم و شحم** (گوشت و چربی): گوشت کی کثرت حرارت و رطوبت پر چربی کی زیادتی کثرت برودت و رطوبت پر اور ان کی کمی رطوبت کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔ سرخ رنگ کا گوشت اگر بکثرت ہو تو ایسا جسم ٹھوس ہوا کرتا ہے، اگر سرخ رنگ کا گوشت تھوڑا ہو اور اُس کے ساتھ چربی کی کمی ہو تو گرمی خشکی کی علامت ہے۔ چربی دو قسم کی ہوتی ہے، (۱) شحم (جمی ہوئی سخت چربی) اور (۲) سمین (پتلی چربی)۔ چربی کی زیادتی سے جسم ڈھیلا ہو جاتا ہے اور سردی تری غالب رہتی ہے۔

(۳) **بال**: بال اگر جلد اُگیں تو خشکی کی علامت ہے۔ بالوں کی کثرت گرمی پر دلالت کرتی ہے اور قلت رطوبت پر۔ اُن کی غلظت (موٹاپن) بخارات دخانیہ کی کثرت اور باریک ہونا بخارات دخانیہ کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ بالوں کا گھنگھریالہ ہونا گرمی خشکی پر اور سیدھا ہونا سردی، تری پر دلالت کرتا ہے۔ رنگت کے لحاظ سے بالوں کی سیاہی گرمی پر صہوبت (پیازی رنگ) سردی اور شقرت (زردی مائل سرخی) حمرت (سرخی) دونوں اعتدال کے قریب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، بالوں کی سفیدی سردی پر جس کے ساتھ کبھی تری کبھی خشکی ہوتی ہے

(۴) **بدن کی رنگت**: رنگت کی سفیدی حرارت کی کمی پر، سیاہی خشکی کی کثرت پر۔ سرخی خون کی زیادتی پر۔ زردی اور سرخی حرارت کی کثرت پر۔ بینگنی رنگت سردی اور خشکی پر دلالت کرتی ہے۔ سفید رنگ بلغم کی علامت ہے اور رساسی (سیسے کی مانند) رنگ سردی اور تری پر دلالت کرتا ہے۔

(۵) **اخلاط**: **(i) خون کی زیادتی کی علامات:** سر کی گرانی، انگڑائی، جمائی، اونگھ، حواس کی کدورت، ذہن کی کندی، ذائقے کی شیرینی، بدن اور زبان کا سرخ ہونا، پھوڑے پھنسیوں کا نکلنا، بہ آسانی پھٹ جانے والے مقامات سے خون کا نکلنا، خون کی زیادتی کی علامات ہیں۔

(ii) بلغم کی زیادتی کی علامات: بدن کی رنگت کا سفید ہونا، بدن کا ڈھیلا ہونا، بدن کا ملائم اور سرد محسوس ہونا، لعاب دہن کا بکثرت محسوس بہنا، پیاس کی کمی (لیکن جب بلغم کے ساتھ صفراء ملا ہوا ہوتا ہے تو پیاس زیادہ لگتی ہے)۔ کھاری (بکس) ڈکاریں، نیند کی زیادتی، بلغم کی زیادتی کی علامات ہیں۔

(iii) صفراء کی زیادتی کی علامات: بدن اور آنکھ کی زردی، ذائقہ کی تلخی، زبان کا کھردرا ہونا، منہ اور نتھنوں کی خشکی، پیاس کی زیادتی، ضعف اشتہا، متلی اور پھریری (کپکپی)، یہ سب صفراء کی زیادتی کی علامات ہیں۔

(iv) سودا کی زیادتی کی علامات: جسم کی لاغری اور نیلا ہونا، خون کی سیاہی اور گاڑھا ہونا، غور و فکر کی زیادتی، معدے کی جلن، ترش ڈکاریں، اشتہائے کاذب، قارورہ کا نیلا یا سیاہ ہونا اور اکثر سرخ و غلیظ رہنا۔ بدن کی رنگت میں سیاہی اور بالوں کا زیادہ ہونا سودا کی زیادتی کی علامات ہیں۔

(۶) **اعضاء کی ساخت**: ہاتھ پاؤں کا بڑا ہونا، سینہ اور رگوں کا کشادہ اور ابھرا ہونا، جوڑوں کا ظاہر ہونا، یہ سب حرارت کی علامات ہیں اور ان کے برعکس سردی کی علامات ہوں گی۔

(۷) **طبعی افعال**: صحیح اور کامل افعال اعتدال کی علامات ہیں اور ناقص اور باطل افعال سردی پر دلالت کرتے ہیں۔ کاموں میں چستی اور چالاکی گرمی اور اُس کے برعکس سستی اور غبی پن سردی کی علامات ہیں۔ پریشان، بے ترتیب اور بے قاعدہ افعال حرارت کی زیادتی پر دلالت کرتے ہیں۔

(۸) **نیند اور بیداری**: معتدل نیند و بیداری اعتدال مزاج کی دلیل ہے۔ بیداری کی کثرت گرمی خشکی کی علامت ہے اور نیند کی کثرت سردی تری پر دال ہے۔ نیند میں انسان جو خواب دیکھتا ہے، اس میں بھی بعض چیزیں مزاج پر دلالت کرتی ہیں، جیسے خواب میں آگ اور شعلوں اور دیگر زرد سرخی مائل چیزوں کا دیکھنا صفراء کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ بارش، اولے، بادل، نہر، دریا، پانی وغیرہ اور سفید چیزوں کے خواب آنا، بلغم کی علامت ہے۔ سرخ چیزوں، بہتا ہوا خون، جنگ و جدل کا دیکھنا غلبہ خون کی دلیل ہے۔ سیاہ اور خوفناک چیزوں مثلاً دھواں، سیاہ گائے بھینس، ریچھ وغیرہ کا دیکھنا سودا کی علامت ہے۔

(۹) **انفعالات انسانی**: تیز مزاجی، کلام کی کثرت، سرعت اور تسلسل، یہ سب حرارت پر دلالت کرتے ہیں۔ بے حیائی، طیش، جرأت، یہ شدتِ حرارت کی علامات ہیں اور ان کی برقراری یبوست پر اور فوری زائل ہو جانا رطوبت پر دلالت کرتا ہے۔ بزدلی، خوف، سردی کی علامات ہیں۔ غم اور غصہ اور مسرت حرارت کی علامات ہیں۔ حیاء اور وقار کی زیادتی گرمی اور رطوبت پر دلالت کرتی ہے۔

(۱۰) **فضلات**: فضلات کی زیادتی، ان میں بو، رنگت میں پختگی، حرارت کی دلیل ہیں اور اس کے برعکس سردی کی علامات ہیں۔

نبض

تعریف

نبض شرائن کی اس حرکت کا نام ہے جو دِل کے انقباض (سکڑنا) اور انبساط (پھیلنا) کے ساتھ ان میں خون پھینکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حرکت جسم کی تمام شرائن میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہاں پر مخصوص وہ شرائن ہیں جو بعض مقامات پر نمایاں ہوتی ہیں جن کو انگلیوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کلائی کی شریان، کنپٹی کی شرائن اور ٹخنے کی شریان، نبض سے مراد انہی شرائن خصوصاً کلائی کی شریان کی حالت کو محسوس کرنا ہے۔ جس سے اکثر علاماتِ جسم کا پتہ چلتا ہے۔

یادداشت

بعض لوگ جن میں اکثریت یورپی طب والوں (ڈاکٹروں) کی ہے، کا خیال ہے کہ نبض سے سوائے حرکاتِ قلب کے اور کسی مرض کا پتہ نہیں چل سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ فن نبض شناسی سے آگاہ نہیں۔ جو لوگ فن نبض شناسی سے آگاہ اور اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ان کے لئے نبض دیکھ کر امراض کا بیان کر دینا بلکہ ان کی تفصیلات کا ظاہر کر دینا کوئی مشکل نہیں۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ ذیل میں نبض کو اچھی طرح طالب علم کے ذہن نشین کرا دیں۔ کیونکہ ایک نبض شناس معالج نہ صرف اس فن پر پوری طرح دسترس حاصل کر لیتا ہے بلکہ وہ بڑی عزت اور وقار کا مالک بھی بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر معالج کا یہ فرضِ اوّلین ہے کہ وہ پوری کوشش سے اس فن کو حاصل کرے۔

حرکت کی تعریف

حرکت کی تعریف اوراس کے معمولات کا بیان علم طب سے وابستہ نہیں بلکہ اس کا تعلق فلسفۂ طبعی سے ہے، ہم یہاں اس کے فلسفہ سے بحث نہیں کریں گے کہ یہ حرکت ایئیہ ہے وضعیہ ہے یااس کا تعلق حرکت کمیہ اور حرکت کیفیہ سے ہے۔اس کی آسان تعریف جو سمجھ میں آسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ جسم کا قوت سے فعل میں بتدریج آنا حرکت کہلاتا ہے۔ بتدریج سے مراد یہ ہے کہ اس میں کچھ زمانہ صرف ہو خواہ ایک ثانیہ یا ایک دن۔ اس لحاظ سے حرکت خواہ کس قدر تیز ہو، سب کو بتدریج کہنا پڑے گا۔

جاننا چاہئے کہ دوڑنا بھی حرکت ہے (حرکت ایئیہ)، چکی کا گھومنا بھی حرکت ہے (حرکت وضعیہ)، گرمی سے پارے کا پھیلنا بھی (حرکت کمیہ) اور سردی سے سکڑنا بھی (حرکت کیفیہ) حرکت ہے۔نبض کی حرکت کس قسم کی ہے؟اس میں اطباء کا اختلاف ہے۔ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔البتہ یہ ضرور واضح کریں گے کہ یہ حرکت اُس کی ذاتی ہے یا قلب کے سکڑنے اور پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے۔اطباء کا اس میں اختلاف ہے۔ جالینوس وغیرہ کا خیال ہے کہ شرائن کی حرکت قلب کی حرکت کے تابع نہیں ہے، بلکہ شرائن میں حرکت کرنے کی ذاتی قوت ہوتی ہے۔خواہ یہ قوت حیوانیہ ہو یا طبعیہ۔دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ شریان کی حرکت قلب کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔صاحب موجز کا بھی یہی مذہب ہے۔اُن کا خیال ہے کہ قلب کے پھیلنے کے وقت شریان سکڑتی ہے اور قلب کے سکڑنے کے وقت شریان پھیلتی ہے۔اس کے برعکس بعض متقدمین کا یہ خیال ہے کہ قلب کے انبساط کے وقت شریان پھیلتی ہے اور قلب کے انقباض کے وقت شریان سکڑتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریان پھیلنے اور سکڑنے کا عمل اس کے عضلات کے سکڑنے اور پھیلنے پر منحصر ہے، اور قلب کا پھیلنا اور سکڑنا بھی اس کے عضلات کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔گویا سکڑنے اور پھیلنے کا عمل عضلات کا ذاتی ہے جو حرارت کے ساتھ پھیلتا ہے اور حرارت کی کمی کے باعث سکڑتا ہے۔ اس لئے جسم کے تمام عضلات اپنی اس حرکت کو خود حرارت کے تحت قائم رکھتے ہیں اور حرارت کی نفی کے ساتھ ختم کر دیتے ہیں۔[1]

نبض دیکھنے کا طریق

طبیب اپنی چاروں انگلیاں مریض کی کلائی کے اُس طرف رکھے جس طرف کلائی کا انگوٹھا ہو اور شہادت کی انگلی پہنچے کی ہڈی کے ساتھ نیچے کی طرف اور پھر شریان کی حرکت کا احساس کرے۔ یہ احساس مندرجہ ذیل جنسوں میں واضح ہوگا۔

---

[1] ماڈرن سائنس کا مسلمہ اصول ہے کہ قوت سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور حرکت سے حرارت کی پیدائش عمل میں آتی ہے اور یہی نظامِ زندگی میں رواں دواں ہے۔نبض کے سلسلہ میں بھی ہم مریض کے جسم میں یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کے جسم میں اس وقت قوت کی زیادتی ہے یا حرکت کی زیادتی ہے یا حرارت کی زیادتی یا ان میں سے کس کس کی کمی ہے اور اس کے تحت نبض کی باقی جنسیں بھی قائم ہوسکتی ہیں۔جن کی تفصیل کتاب میں درج ہے۔نبض کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ نبض روح کے ظروف (قلب وشرائن) کی حرکت کا نام ہے۔ جو انبساط اور انقباض سے مرکب ہوتی ہے۔ جس کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ نسیم کو جذب کر کے روح کو ٹھنڈک پہنچائی جائے اور فضلات دُخانیہ کو خارج کیا جائے اس کا ہر نبضہ (ٹھوکر یا قرع) دو حرکتوں اور دو سکونوں سے مرکب ہوتا ہے، کیونکہ ہر ایک نبضہ انبساط اور انقباض سے مرکب ہوتا ہے یہ دونوں حرکتیں ایک دوسرے سے متضاد ہیں اور ہر دو متضاد حرکتوں کے درمیان سکون کا ہونا ضروری ہے۔

اجناسِ نبض

نبض کی دس اجناس ہیں: (۱) مقدار (۲) قرعِ نبض (۳) زمانہ حرکت (۴) قوامِ آلہ (۵) زمانہ سکون (۶) مقدار رطوبت (۷) شریان کی کیفیت (۸) وزنِ حرکت (۹) استواء و اختلافِ نبض (۱۰) نظمِ نبض۔

❶ مقدار

مقدار کی تین قسمیں ہیں: (۱) طویل (۲) عریض (۳) مشرف اور پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین صورتیں ہیں گویا کل نو صورتیں ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **الف۔ طویل** (لمبی): وہ نبض ہے جس کے اجزاء معتدل شخص (تندرست) کی نبض کی نسبت لمبائی میں زیادہ محسوس ہوں۔ ایسی نبض حرارت کی زیادتی کو ظاہر کرتی ہے۔

ب۔ قصیر (چھوٹی): یہ نبض کی صورت طویل کے مقابل اس کی طوالت کی کمی کا اظہار کرتی ہے لیکن درحقیقت اس کا تعلق طویل نبض سے ہی ہے، صرف وہ اس کی طوالت کی قصر (کمی) کا اظہار کرتی ہے اور اس اظہار سے مراد حرارت کی کمی کو ظاہر کرنا ہے۔

ج۔ معتدل (درمیانی): نبض کی یہ صورت طویل اور قصیر دونوں کے درمیان واقع ہوتی ہے، یعنی یہ بھی وہی طویل نبض ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ نبض طوالت اور قصر میں اعتدال پر ہے، اس سے مراد حرارت کا اعتدال ہے۔

یادداشت: نبض طویل دراصل ایک ایسی صورت ہے جس سے حرارتِ جسم کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن جب جسم میں حرارت کم ہوتو وہی نبض قصیر بن جاتی ہے۔ اور جب حرارت اعتدال پر ہوتو اُس نبض کو ہم معتدل کہہ دیتے ہیں یہ تشریح صرف اس لیے کی گئی ہے کہ طالب علم ایک کی بجائے تین اقسام کے چکر میں نہ پڑیں بلکہ اس طویل کو ایک ہی کی تین صورتیں سمجھے اور ذہن نشین کرنے میں آسانی ہو۔

طویل نبض جانچنے کا معیار: چونکہ نبض انگلیوں سے دیکھی جاتی ہے، اس لئے طوالت، قصر اور معتدل کو ماپنے کے لئے انگلیاں ہی معیار مقرر کی گئی ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ نبض دیکھنے میں جو چار انگلیاں استعمال کی جاتی ہیں وہی اس مقصد کے لئے معیار بھی ہیں۔ مثلاً اگر نبض کی لمبائی ان چار انگلیوں تک یا اس سے بھی گزرتی ہوئی محسوس ہوتو ہم ایسی نبض کو طویل کہیں گے۔ اگر اس کی طوالت دو تین انگلیوں کے درمیان رہے تو یہ معتدل ہوگی اور اگر دو سے کم ہو جائے تو یہ نبض قصیر ہوگی۔

(۱) **الف۔ عریض** (چوڑی): وہ نبض ہے جس کی چوڑائی معتدل شخص کی نسبت زیادہ محسوس ہو۔ یہ نبض رطوبت کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

ب۔ ضیق (تنگ): یہ نبض عریض کی کمی کا اظہار کرتی ہے اور اس طرح رطوبت کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔

ج۔ معتدل: وہ نبض ہے جو عریض اور ضیق کے درمیان ہو۔ ایسی نبض رطوبت اور یبوست کے لحاظ سے بدن کی اعتدالی حالت پر دلالت کرتی ہے۔

یادداشت: نبض عریض بھی نبض طویل کی طرح نبض کی ایسی حالت کا اظہار کرتی ہے جس سے بدن کی رطوبات کی زیادتی کا پتہ چلتا ہے، اور رطوبات ضرورت سے کم ہو جائیں تو اس کا نام نبض ضیق رکھ دیا گیا اور جب ضرورت کے مطابق اور اعتدال پر ہوں تو اس کو معتدل کہتے ہیں۔ دراصل یہ معتدل عریض اور ضیق کے بالمقابل ہے۔ گویا جب نبض عریض کا ذکر آئے گا یا اس نبض کا علم ہوگا تو مراد رطوبت ہوگی۔ جیسے کہ نبض طویل سے مراد حرارت ہے اور اس کا معتدل ہونا اس کا اعتدال ہے۔

جانچنے کا معیار: نبض پر چاروں انگلیاں اس طرح رکھیں کہ وہ اپنے سروں پر کھڑی ہو جائیں اور پھر اُن کے پوروں کے سروں سے نبض کا احساس کریں۔ اگر نبض کی چوڑائی نصف پورے کی چوڑائی سے زیادہ ہو تو نبض عریض ہے۔ اگر نصف پورے تک ہے تو معتدل اور اگر نصف سے کم یا تقریباً چوتھائی کے برابر ہو تو ضیق ہوگی۔

(۳) **الف۔ مشرف** (بلند): وہ نبض ہے جس کے اجزاء معتدل شخص کی نبض کی نسبت بلندی میں زیادہ محسوس ہوں۔ ایسی نبض حرکت کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

ب۔ منخفض (پست): وہ نبض ہے جو مشرف کی کمی کا اظہار کرتی ہے اور حرکت کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔

ج۔ معتدل: وہ نبض ہے جو مشرف اور منخفض کے درمیان ہو اور یہ اعتدال پر دلالت کرتی ہے۔

یادداشت: مندرجہ بالا دونوں نبضوں ''طویل'' اور ''عریض'' کی طرف مشرف بھی ایک ہی نبض ہے جو حرکت پر دلالت کرتی ہے اور اُس کی باقی دو صورتیں اس کی کمی اور اعتدال پر دلالت کرتی ہیں۔ مشرف نبض کا دیکھنا (جاننا) نبض کی حرکت کا جاننا ہے۔

جانچنے کا معیار: چاروں انگلیاں نبض کے مقام پر ایسی آہستگی سے رکھیں کہ انگلیوں کا نبض پر دباؤ نہ پڑے۔ اگر انگلیاں رکھنے کے ساتھ ہی نبض کا احساس ہو تو یہ نبض مشرف ہوگی۔ اگر نبض کا احساس نہ ہو تو پھر کلائی پر یہاں تک دباؤ ڈالا جائے کہ نبض کا احساس ہونے لگے۔ اگر یہ احساس کلائی کی ہڈی کے پاس اخیر میں جا کر ہو تو یہ نبض منخفض ہوگی اور اگر مشرف اور منخفض کے درمیان ہو تو معتدل لیکن اتنا یاد رہے کہ بعض وقت نبض کا احساس معتدل اور مشرف کے درمیان اور منخفض کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ جن دو کے درمیان احساس ہو تو اس کی علامت غالب ہوگی۔[1]

✿ قرع (ٹھوکر)

یہ نبض ٹھوکر کے لحاظ سے ہے جو انگلیوں کو محسوس ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اُس کی تین قسمیں ہیں: (۱) قوی (۲) ضعیف (۳) معتدل۔

(۱) **قوی**: وہ نبض ہے جو انگلی کے پوروں کے گوشت کو اس زور سے ٹھوکر لگائے کہ اس کا اثر پورے کی گہرائی تک پہنچتا محسوس ہو۔ ایسی نبض قوتِ حیوانی کے قوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) **ضعیف**: وہ نبض ہے جو قوی کے بالمقابل ہو اور یہ قوتِ حیوانی کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) **معتدل**: وہ نبض ہے جو قوی اور ضعیف کے درمیان ہو اور یہ قوتِ حیوانی کے معتدل ہونے کی علامت ہے۔

جانچنے کا معیار: چاروں انگلیاں نبض پر رکھیں، پھر ان کو آہستہ آہستہ دبائیں، اس کے بعد معلوم کریں کہ انگلیاں نبض کو آسانی سے دبا رہی ہیں یا نبض ان کو سختی کے ساتھ دھکیل رہی ہے۔ یہاں بھی پھر سمجھ لیں کہ نبض قرع سے مراد قوتِ حیوانی کا جانچنا ہے اور اس کا ضعف اور اعتدال اس کے بالمقابل اور درمیانی مقام ہے۔

✿ زمانۂ حرکت

نبض حرکت کے زمانے کے لحاظ سے ہے اور اس کی بھی تین قسمیں ہیں: (۱) سریع (۲) بطئ (۳) معتدل۔

---

[1] مقدار سے مراد کسی چیز کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی کے متعلق معلوم کرنا ہے۔ نبض کی مقدار کا مقصد اُس کی حالتِ انبساط کا تینوں قطروں میں جاننا ہے تاکہ مریض کی طاقت کا پورا پورا علم ہو جائے۔

(۱) **سریع**: وہ نبض ہے جس کی حرکت تھوڑی مدت میں ختم ہو جاتی ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قلب کو ہوائے سرد[1] (نسیم) کی بہت حاجت ہے۔

(۲) **بطی**: وہ نبض ہے جو سریع کے مخالف ہو اور اس چیز کی علامت ہے کہ قلب کو ہوائے سرد کی حاجت نہیں۔

(۳) **معتدل**: جو سریع اور بطی کے درمیان پائی جائے۔ یہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہوائے سرد کی کسی قدر ضرورت ہے۔

جانچنے کا معیار: انگلیاں رکھنے کے بعد یہ محسوس کریں کہ نبض کی حرکت کتنے وقفہ کے بعد پیدا ہوتی ہے، یعنی اس کے انبساط اور انقباض کا درمیانی وقفہ کتنا ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ تیزی کے ساتھ اپنی حرکت کو پورا کر رہی ہے یا سستی کے ساتھ۔ اس امر کا بھی سابقہ نبض کی طرح خیال رکھیں کہ اس نبض میں قرع کی طرح حرکت ہی کو مدِ نظر رکھنا ہے اور اس میں سریع بطی اور معتدل اُس کے صرف درجات ہیں۔

✿ قوامِ آلہ (شریان کی سختی و نرمی)

یہ نبض شریان کی حالتِ جسم کا اظہار کرتی ہے اور اس اعتبار سے اس کی تین اقسام ہیں: (۱) صلب (۲) لین (۳) معتدل۔

(۱) **صلب**: وہ نبض ہے جس کو انگلیوں سے دبانے پر اس میں سختی کا اظہار ہو۔ یہ بدن کی خشکی پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) **لیّن**: وہ نبض ہے جو صلب کے مخالف ہو۔ یہ رطوبت پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) **معتدل**: وہ نبض ہے جو سخت (صلب) اور نرم (لین) کے درمیان ہو اور اس کی علامت ہے کہ جسم نبض متوسط حالت میں ہے۔

جانچنے کا معیار: نبض پر انگلیاں رکھ کر جسم نبض کو محسوس کریں اور یہ جانچنے کی کوشش کریں کہ اُس کا جسم آسانی کے ساتھ دبتا ہے یا نہیں۔ اس امر کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ یہ نبض صرف جسمِ نبض کی سختی اور نرمی اور اعتدال کو جانچنے کے لئے ہے۔ گویا صرف آلہ نبض کو دیکھنا ہے۔ مثلاً کسی ربڑ کے آلہ (ٹیوب) میں پانی بھرا ہو تو اُس میں صرف اُس ربڑ کو محسوس کرنا پڑے گا کہ وہ سخت ہے یا نرم، پانی کی زیادتی، کمی اور دباؤ کا محسوس کرنا مدِ نظر نہیں۔

✿ زمانۂ سکون

یہ نبض زمانہ سکون کے اعتبار سے ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں: (۱) متواتر (۲) متفاوت (۳) معتدل۔

(۱) **متواتر**: وہ نبض ہے جس میں وہ زمانہ تھوڑا ہو جو دو ٹھوکروں کے درمیان محسوس ہوا کرتا ہے۔ یہ نبض قوتِ حیوانی کے ضعف کی دلیل ہے۔

(۲) **متفاوت**: یہ نبض متواتر کے مخالف ہوتی ہے تو قوتِ حیوانی کی شدت اور قوت پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) **معتدل**: وہ نبض جو متواتر اور متفاوت کے درمیان ہو اور قوتِ حیوانی کی متوسط حالت کو ظاہر کرتی ہے۔

جانچنے کا معیار: حسبِ دستور انگلیاں رکھیں اور غور کریں کہ کتنی دیر کے بعد ٹھوکر آ کر انگلیوں کو لگتی ہے اور پھر دوسری ٹھوکر کے بعد درمیانی وقفہ کو مدِ نظر رکھیں۔ بس یہی زمانۂ سکون ایسا زمانہ ہے کہ جس میں شریان کی حرکت بہت کم محسوس ہو، بلکہ بعض اوقات اُس کی حرکت محسوس ہی نہیں ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نبض انگلیوں کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے۔ اس کا متواتر ہونا بھی انہی معنوں میں ہے کہ اس کا سکون متواتر قائم ہے۔ البتہ متواتر نبض متفاوت کی نسبت اپنی حرکت کا زیادہ اظہار کرتی ہے۔

---

[1] ہوائے بارد (سرد) سے یہاں مراد نسیم یعنی آکسیجن ہے۔ زمانۂ حرکت کا سریع ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم میں دخان (کاربانک ایسڈ گیس) کی زیادتی ہے۔

۶ مقدارِ رطوبت

نبض کی یہ جنس رطوبت کے اعتبار سے ہے، جو رگوں کے جوف میں بھری ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) ممتلی (۲) خالی (۳) معتدل۔

(۱) ممتلی (پُر یا بھری ہوئی): خون اور روح کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) خالی: ممتلی کے مخالف ہوتی ہے۔

(۳) معتدل: ممتلی اور خالی کے درمیان اور خون اور روح کے اعتدال پر دلالت کرتی ہے۔

جانچنے کا معیار: حسب دستور انگلیاں رکھیں اور نبض کے جسم کا مطالعہ کریں۔ اُس کی صورت ایسی ہوگی جیسے کسی پانی سے بھری ہوئی ٹیوب کے اندر پانی کی مقدار کا اندازہ لگایا جائے کہ ٹیوب میں پانی ٹیوب کے جوف کے اندازے سے زیادہ ہے یا کم۔ بالکل اسی طرح نبض ضرورت سے زیادہ پھولی ہوگی اور دبانے سے اس کا اندازہ پوری طرح سے ہو سکے گا۔ اگر ممتلی ہوگی تو اُس میں ضرورت سے زیادہ خون اور روح ہوگی جو صحت کے لئے مضر ہے۔ اسی طرح خالی نبض بھی جو خون اور روح کی کمی کی علامت ہے۔ کمزوری کی دلیل ہے۔

۷ شریان کی کیفیت

نبض کی یہ جنس شریان کی گرمی، سردی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں۔

(۱) حار: وہ نبض جو روح اور خون کی گرمی پر دلالت کرتی ہے، جو اس کے اندر ہوتا ہے۔

(۲) بارد: وہ نبض جو خون اور روح کی سردی پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) معتدل: جو حار اور بارد کے لحاظ سے اعتدال پر ہو۔

جانچنے کا معیار: اس نبض کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں۔ بہت آسانی سے پتہ چل جاتا ہے۔

۸ وزن حرکت

یہ جنس حرکت کے وزن کے اعتبار ہے، جو ظاہر کرتی ہے کہ نبض کا زمانہ حرکت اور زمانہ سکون مساوی ہے۔ اگر یہ زمانہ صحیح صورت میں مساوی ہو تو نبض انقباض اور انبساط کے لحاظ سے معتدل حالت میں ہوگی۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

(۱) جید الوزن: وہ نبض ہے جس کا انقباض اور انبساط معتدل حالت میں ہو۔

(۲) خارج الوزن: وہ نبض ہے جس کا انقباض اور انبساط مساوی نہ ہو بلکہ دونوں میں کمی بیشی پائی جائے۔ یہ نبض صحت کی خرابی کی دلیل ہے۔

(۳) ردی الوزن: یہ نبض عمر کے اعتبار سے اپنے وزن کو صحیح ظاہر نہیں کرے گی۔ یعنی بچے، جوان اور بوڑھے کی نبض کے اوزان ان کی اپنی نبض کے مطابق نہ ہوں۔ بلکہ دوسری عمر کے مطابق ہوں۔

جانچنے کا معیار: حسبِ دستور انگیاں نبض پر رکھیں۔ اور اس کی انقباضی اور انبساطی صورت کا مطالعہ کریں نبض جب پھیلے تو اس کی

---

❶ نبض کے انقباض اور انبساط کو سمجھنے کے لئے ایک ربڑ کا ٹکڑا کسی دوسرے فرد کو پکڑا دیں اور وہ اس کے دونوں سروں کو پکڑ کر کھینچے اور لمبا کرے۔ پھر اس کو ڈھیلا کر کے واپس اپنی جگہ پر لے آئے۔ جب وہ بار بار ایسا کرے تو اپنی انگلیاں اس ربڑ کے ٹکڑے پر رکھ دیں اور اس کو محسوس کرنا شروع کریں کہ اس کے کھینچنے پر انگلیاں کیسا محسوس کرتی ہیں اور سکڑنے پر کیا محسوس کرتی ہیں۔

حرکت کو انبساطی کہتے ہیں اور جب اپنے اندر سکڑے تو اس کو حرکت انقباض کہتے ہیں تو ان دونوں کے زمانوں کا فرق بھی اُس کا وزن ہے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہر عمر کے زمانہ میں نبض دوسری عمر سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے ہر عمر کے انقباض اور انبساط کو ضرور مدِ نظر رکھیں۔ بچپن میں انبساط زیادہ ہوتا ہے اور بڑھاپے میں انقباض بڑھ جاتا ہے اور جوانی میں تقریباً برابر ہوتی ہیں۔

استوا و اختلاف نبض

یہ جنس اجزائے نبض کے استوا اختلاف کے اعتبار سے ہے۔ اس کی صرف دو صورتیں ہیں: (۱) مستوی (۲) مختلف۔

(۱) **نبض مستوی**: وہ نبض ہے جس کے تمام اجزاء تمام باتوں میں باقی نبض سے مشابہ ہوں۔ یہ نبض بدن کی اچھی حالت ہونے کی علامت ہے۔

(۲) **نبض مختلف**: وہ نبض ہے جو مستوی کے مخالف ہو اور اُس کے برعکس پر دلالت کرتی ہے۔

معیار: حسبِ دستور انگلیاں رکھیں اور جس قدر اجناس گزر چکی ہیں، ان کو پھر بغور دیکھیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ان میں کوئی ربط قائم ہے یا نہیں۔ اگر ان میں ربط قائم ہے تو وہ مستوی ہے، ورنہ مختلف۔ گویا یہ نبض یہ ظاہر کرتی ہے کہ تمام اجناس نبض مقدار، قرع، زمانہ حرکت، قوام آلہ وغیرہ میں ایک ربط قائم ہے۔

نظم نبض

یہ نبض مندرجہ بالا نبض مختلف کے اعتبار سے منتظم اور غیر منتظم حالت کا اظہار کرتی ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) مختلف منتظم (۲) مختلف غیر منتظم۔

(۱) **مختلف منتظم**: وہ نبض ہے جس میں نبض کی اختلافی حرکت ایک ہی نظام پر قائم ہو۔ یہ نبض یہ ظاہر کرتی ہے کہ نبض میں جو اختلاف پیدا ہو چکا ہے، وہ اپنی حالت پر قائم ہے یعنی وہ ایک نظام کے تحت چل رہا ہے۔

(۲) **مختلف غیر منتظم**: جو مختلف منتظم کے مخالف ہوتی ہے۔ گویا وہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ نبض کے حالات بلا کسی خاص نظام کے بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک نبض جس کی کبھی دوسری ٹھوکر سخت ہو جاتی ہے کبھی تیسری چوتھی اور کبھی دسویں ٹھوکر کے بعد ایک ٹھوکر سخت ہو جاتی ہے۔

یادداشت: حکماء نے دسویں جنس کو نبض کے اقسام میں شریک نہیں کیا۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ دسویں جنس بھی نویں جنس کی طرح ہی ہے۔ نویں جنس بھی باقی نبضوں کا استوا و اختلاف ظاہر کرتی ہے جس کا مقصد نبض کی صحت اور مرض کی طرف لوٹنے کا اظہار ہے، ورنہ اس کا اور کوئی مقصد نہیں۔ اس طرح دسویں جنس بھی نویں جنس کی مختلف نبض کے نظم کو ظاہر کرتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مریض میں صحت کی طرف لوٹنے کی استعداد ہے، یا وہ موت کے قریب جا رہا ہے۔

مرکب نبض کے اقسام

تعریف

مرکب نبض اس نبض کو کہتے ہیں جس میں چند مفرد نبضیں مل کر ایک حالت پیدا کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں اطباء نے نبض کی چند مرکب صورتیں بیان کی ہیں جس سے جسم انسان کی بعض حالتوں پر خاص طور پر روشنی پڑتی ہے۔ اور خاص خاص امراض میں نبض کی جو مرکب کیفیت پیدا ہوتی ہے، ان کا اظہار ہے۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ایک معالج آسانی کے ساتھ متقدمین اطباء کے تجربات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ وہ چند مرکب

نبضیں درج ذیل ہیں۔

(۱) **نبضِ عظیم**: وہ نبض ہے جو طول، عرض اور شرف میں زیادہ ہو۔ یعنی اس کی تینوں حالتیں زیادتی کی طرف مائل ہوں۔ ایسی نبض جسم میں قوت، حرارت اور رطوبت تینوں کی زیادتی کا اظہار ہے۔ اس کے مقابلہ میں نبض صغیر ہے جو اپنے اثرات میں اس کے مخالف ہے اور ان دونوں کے درمیان نبض معتدل ہے۔ جس میں اس کی تینوں حالتیں اعتدال کے ساتھ پائی جائیں گی۔

(۲) **نبضِ غلیظ**: وہ نبض ہے جو صرف چوڑائی (عرض) اور بلندی (عظم) میں زیادہ ہو۔ سردی اور ترمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں نبض دقیق ہے اور ان دونوں کی حالتِ اعتدال نبض معتدل سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۳) **نبضِ غزالی**: وہ نبض ہے جو انگلی کے پوروں کو ایک ٹھوکر لگانے کے بعد دوسری ٹھوکر ایسی جلدی لگائے کہ اس کا لوٹنا اور سکون کرنا محسوس نہ ہو۔ یہ نبض اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ترویح (نسیم) کی جسم میں زیادہ ضرورت ہے۔ غزال کے معنی ''بچہ ہرن''۔ یہاں اس کی مشابہت چال کی تیزی کی وجہ سے دی گئی ہے۔

(۴) **نبضِ موجی**: ایسی نبض جس میں شریانوں کے اجزا باوجود پُر ہونے کے مختلف ہوتے ہیں۔ کہیں سے عظیم، کہیں سے صغیر، کہیں سے بلند اور کہیں سے پست، کہیں سے چوڑی اور کہیں سے تنگ۔ گویا اس میں موجیں (لہریں) پیدا ہو رہی ہیں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آ رہی ہیں۔ ایسی نبض رطوبت کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ جس سے استسقاء، فالج اور سکتہ کے امراض کی طرف اشارہ ہے۔

(۵) **نبضِ دُودی** (کیڑے کی رفتار کی مانند): یہ نبض بلندی میں نبض موجی کے مانند ہوتی ہے، لیکن عریض اور ممتلی نہیں ہوتی۔ یہ نبض موجی کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس کی موجیں ضعیف ہوتی ہیں۔ گویا یہ اس کے خلاف صغیر ہوتی ہے۔ ایسی نبض قوت کے ساقط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن سقوطِ قوت پورے طور پر نہیں ہوتا۔ اس نبض کو دودی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حرکت میں اس کیڑے کے مشابہ ہوتی ہے جس کے بہت سے پاؤں ہوتے ہیں۔

(۶) **نبضِ نملی** (چیونٹی کی رفتار کی مانند): یہ وہ نبض ہے جو نہایت ہی صغیر اور متواتر ہوتی ہے۔ ایسی نبض اکثر قوت کے کامل طور پر ساقط ہو جانے اور قریب الموت کے وقت ہوتی ہے۔ دراصل یہ نبض دودی کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس سے زیادہ صغیر اور متواتر ہے۔

(۷) **نبضِ منشاری** (آرے کے دندانوں کی مانند): یہ وہ نبض ہے جو بہت مشرف، صلب، متواتر اور سریع ہوتی ہے۔ اس کی ٹھوکر اور بلندی میں اختلاف ہوتا ہے یعنی بعض اجزا سختی سے ٹھوکر لگاتے ہیں اور بعض نرمی سے بعض زیادہ بلند ہوتے ہیں اور بعض زیادہ پست۔ گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نبض کے بعض اجزاء نیچے اُترتے وقت بعض انگلیوں کو ٹھوکر مار دیتے ہیں۔ یعنی ایک پورے کو جس بلندی میں ٹھوکر لگاتے ہیں، اُس سے کم دوسرے پورے کو۔ یہ نبض اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ عضو میں گرم ورم پیدا ہو گیا ہے۔ خاص طور پر پھیپھڑوں اور عضلات میں۔

(۸) **نبضِ ذنب الفار** (چوہے کی دُم کی مانند): وہ نبض ہے جس کے اجزاء کا اختلاف بتدریج کمی سے زیادتی کی طرف یا زیادتی سے کمی کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے چوہے کی دُم ایک طرف سے موٹی اور دوسری طرف سے باریک ہوتی ہے۔ یہ نبض ایک مقدار سے شروع ہو کر عظیم یا صغیر کی مقدار کی طرف جاتی ہے اور پھر پہلی مقدار کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور ضعف کے بعد لوٹ آتی ہے۔ اگر یہ درمیان سے منقطع ہو جائے تو یہ بُری علامت ہے۔

(۹) **نبضِ مطرقی** (ہتھوڑے کی چوٹ کی طرح): وہ نبض ہے کہ جب انگلیوں پر ٹھوکر لگائے تو فوراً ہی دوبارہ ایک ٹھوکر اور لگائے۔ پھر ایک وقفہ کے بعد اسی طرح دو ٹھوکریں جلد جلد لگائے۔ اس نبض کو مطرقی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی حرکت ہتھوڑے کی حرکت سے بہت مشابہ

ہے۔ جب ہتھوڑے کو سندان پر ڈھیلے ہاتھ سے مارا جاتا ہے، تو ایک چوٹ لگا کر دوبارہ اوپر کی جانب فوراً آتا ہے اور پھر آہستہ سے دوبارہ سندان پر گرتا ہے۔ اس دوبارہ گرنے میں ہتھوڑا مارنے والے کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہی حال اس نبض کا ہوتا ہے۔ یہ نبض ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

(۱۰) **نبض ذوالفترۃ** (ٹھہرنے والی): وہ نبض ہے جو چلتے چلتے بیچ میں ایسی جگہ ٹھہر جاتی ہے جہاں اُس کے چلنے کی توقع ہوتی ہے۔ یعنی ایسے وقت میں سکون پایا جاتا ہے جب کہ حرکت کی اُمید ہو۔ یہ نبض بھی مریض کے لئے اچھی علامت نہیں۔

(۱۱) **نبض واقع فی الوسط** (بیچ میں حرکت کرنے والی): وہ نبض ہے جو اس جگہ حرکت کرتی ہے جہاں اس کے ساکن ہونے کی توقع ہو یا نبض ذوالفترہ کے مقابل ہے۔

(۱۲) **نبض مسلّی** (سوے کی مانند): یہ نبض درمیان سے موٹی اور دونوں طرف سے باریک ہوتی ہے۔ گویا چوہے کی دو دُموں کو ایک دوسری سے موٹائی کی جانب سے جوڑ دیا۔ یعنی کبھی یہ کمی سے بتدریج زیادتی کی حد تک جاتی ہیں، اور پھر اسی ترتیب سے لوٹ آتی ہے۔ یہاں تک کہ کمی پہلی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ نبض بہت ضعف کی علامت ہے۔

(۱۳) **مرتعش** (کانپنے والی): وہ نبض ہے جس میں رعشہ کی سی ایک حالت محسوس ہوتی ہے۔ یہ انتہائی ضعف کی حالت کا اظہار کرتی ہے۔

(۱۴) **ملتوی** (بل کھانے والی): وہ نبض ہے جس میں شریان اس طرح محسوس ہوتی ہے گویا وہ ایک دھاگہ ہے جو بل کھا رہا ہے۔ یہ نبض ضعف کے ساتھ حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی انتہائی کمی کا اظہار کرتی ہے۔

نبض کی علمی تشریح

نبض ایک ایسی حرکت کا نام ہے جو شرائن میں پیدا ہوتی ہے اور شرائن کا تعلق کیونکہ دِل کے ساتھ ہے، اس لئے دِل میں جس قسم کی حرکات اور حالات پیدا ہوتے ہیں، وہی شرائن میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ بناوٹ کے لحاظ سے دِل مفرد اعضاء سے بنا ہوا ہے۔ شرائن بھی تقریباً انہی اعضاء سے بنی ہوئی ہیں۔ نبض کی تشریح کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اوّل دِل اور نبض کی بناوٹ اور ان کے افعال کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

دل: دِل دورانِ خون کا مرکز ہے۔ یہ ایک مخروطی شکل کا جوفدار عضلاتی عضو ہے، یہ اپنے غلاف میں ملفوف سینے میں دونوں پھیپھڑوں کے درمیان رہتا ہے۔ جوانی میں دِل 5 انچ لمبا اور $2\frac{1}{2}$ انچ موٹا ہوتا ہے۔ مردوں میں اس کا وزن $1\frac{1}{4}$ پاؤ سے $1\frac{1}{2}$ پاؤ تک، لیکن عورتوں میں ایک پاؤ سے $1\frac{1}{4}$ تک ہوتا ہے۔ دِل جسامت میں بڑھاپے تک بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے اندر کی جانب ایک جھلی لگی ہوتی ہے جو شرائن کی اندرونی جھلی کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ اس کو عربی میں غشاء مستبطن القلب اور انگریزی میں انڈوکارڈیم کہتے ہیں۔ دِل کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک دایاں دوسرا بایاں۔ یہ دونوں حصے ایک درمیانی دیوار کے ساتھ علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ ہر حصہ میں دو خانے ہوتے ہیں، اوپر والے چھوٹے خانے کو دِل کا کان (اُذن القلب) اور انگریزی میں آریکل یا ایٹریم کہتے ہیں۔ نچلے اور موٹے خانے کو عربی میں بطن القلب اور انگریزی میں ونٹریکل کہتے ہیں۔ دائیں طرف کے دونوں بڑے اور چھوٹے خانے ایک سوراخ کے ذریعے ملے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان سیاہ خون ہوتا ہے۔ بائیں طرف کے دونوں خانے بھی ایک سوراخ کے ذریعے ملے ہوتے ہیں، ان کے درمیان سرخ خون ہوتا ہے، ان خانوں کے درمیان کواڑیں لگی ہوتی ہیں، جو ایک طرف کھلتی ہیں اور خون کو جانے دیتی ہیں۔ مگر خون کو واپس نہیں آنے دیتیں۔ اگر خون میں دباؤ ہو تو وہ بند ہوتی ہیں۔

دِل کا فعل یہ ہے کہ وہ اپنی انقباضی حرکت سے خون کو شرائن میں دھکیلتا ہے جس سے وہ بدن کے ہر حصے میں دورہ کرتا ہے۔ دِل خون کو

کس طرح دھکیلتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی عضلی دیواریں پے در پے سکڑتی اور پھیلتی رہتی ہیں، جس سے دِل متواتر سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ چنانچہ دِل کے دونوں اُذن ایک ہی وقت میں پھیلتے اور دونوں بطن ایک ہی وقت میں سکڑتے ہیں۔ جب دونوں اُذن پھیلتے ہیں تو دائیں اذن میں جوف صاعد اور نازل وریدوں کے ذریعے جسم کا کثیف سیاہی مائل خون آتا ہے اور بائیں اُذن میں پھیپھڑوں کی وریدوں کے ذریعے صاف شدہ خون آتا ہے، پھر دائیں اُذن کا کثیف خون درمیانی سوراخوں کے راستے دائیں بطن میں اور بائیں اُذن کا لطیف خون بائیں بطن میں چلا جاتا ہے اور جب دونوں بطن سکڑتے ہیں تو دائیں بطن کا کثیف خون بذریعہ شریان ریوی پھیپھڑوں میں صفائی کے لئے چلا جاتا ہے، اور بائیں بطن کا خون بذریعہ شریانِ اعظم (اے اورٹا) تمام بدن میں پرورش کے لئے چلا جاتا ہے۔ دِل کے سکڑنے اور پھیلنے کی یہ حرکت ایک لمحہ سے بھی تھوڑے عرصہ میں ہوجاتی ہے۔ دِل کے ہر ایک سکڑنے کی حرکت میں تقریباً $1\frac{1}{2}$ چھٹانک خون شریان اور ورید شریانی میں چلا جاتا ہے۔

دِل کی حرکات کی تعداد میں عمر کی مختلف حالتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور اسی طرح مرض کی حالت میں بھی اُس کی حرکات میں کمی بیشی واقع ہوجاتی ہے۔ انسان کا دِل تندرستی میں ایک منٹ میں 70 سے 75 دفعہ حرکت کرتا ہے۔ مگر یہ حرکت ابتدائے زندگی سے آخر وقت تک روز بروز تعداد میں کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ جنین میں اس کی معمولی حرکت ایک منٹ میں 150 پیدائش کے وقت ایک منٹ میں 140 سے 130 تک عمر کے پہلے سال میں 120، دوسرے سال میں 110، تیسرے سال میں 95، ساتویں سال میں 80، جوانی میں 70 سے 80، ادھیڑ میں 80 سے 70 اور بڑھاپے میں 70 سے 60 فی منٹ ہوتی ہے۔ بلغمی مزاجوں کی نسبت دموی مزاجوں میں عورتوں کی نسبت مردوں میں دل اور نبض کی حرکت تیز ہوتی ہے اور اسی طرح بعد از غذا اور ریاضتِ بدنی و دماغی میں بھی تیز ہوجاتی ہے۔ نیند کی حالت میں کم ہوجاتی ہے۔ مرض کی حالت میں اس میں بہت سے تغیرات آجاتے ہیں، لیکن بحالت صحت عام طور پر شام کی نسبت صبح کو، لیٹنے کی نسبت بیٹھنے میں، بیٹھنے کی نسبت کھڑے ہونے میں، کھڑے ہونے کی نسبت چلنے میں اور چلنے کی نسبت دوڑنے میں حرکتِ دل و نبض تیز ہوجاتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دِل کس طرح حرکت کرتا ہے؟ اس کے جواب میں حکماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جالینوس کا یہ خیال ہے کہ جب قلب میں روحِ حیوانی پیدا ہوتی ہے تو اس سے قلب متحرک ہوتا ہے۔ حکیم ویسکورطیس کا یہ خیال ہے کہ حرارتِ قلب سے خون پھیلتا ہے اور خون کے پھیلاؤ سے دِل پھیلتا اور حرکت کرتا ہے۔ چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ کوئی مادی شے اس وقت تک حالتِ سکون سے متحرک نہیں ہوسکتی جب تک اُس پر کسی تحریک کا اثر نہ ہو۔ مثلاً حرارت یا برودت یا کوئی داخلی تحریک جیسے کوئی کیمیاوی تغیر یا برقی قوت وغیرہ۔ چنانچہ پہلے یہ گمان تھا کہ جس طرح خون دخان (کاربانک ایسڈ گیس) آلاتِ تنفس میں تحریک دیتا ہے، اسی طرح وہ قلب کی تحریک کا بھی باعث ہوتا ہے۔ یعنی جب خون دِل کے خانوں میں جا کر اندرونی جھلی سے مس کرتا ہے، تو اس سے تحریک پیدا ہو کر دِل سکڑتا ہے اور حرکت کرتا ہے، لیکن تجربات و مشاہدات نے اس قول کو غلط ثابت کیا ہے، کیونکہ اگر کثیف خون کی بجائے دِل کے اندر خالص پانی کا دوران کیا جائے تب بھی دِل برابر سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ چونکہ انفعالات انسانیہ مثلاً غم وغصہ وغیرہ نیز دماغی اور نخاعی امراض میں حرکاتِ قلب پر بیّن اثر پڑتا ہے۔ اس لئے بعض محققین کی رائے ہے کہ حرکتِ قلب کا مبداءِ نظامِ عصبی ہے یعنی دِل متحرک بالذات نہیں بلکہ اس کی حرکت نظامِ عصبی کے تابع ہے، بلکہ بعض حکماء کا تو یہ خیال ہے کہ مؤخر دماغ جسم کے تمام غیر ارادی افعال و حرکات کا محل ہے۔ حرکتِ قلب بھی ایک غیر ارادی فعل ہے، لہٰذا اس کا تعلق بھی مؤخر دماغ سے ہے۔ بعض پہلے مؤخر دماغ کو اور اس کے بعد اعصاب شرکیہ کو یکے بعد دیگرے حرکتِ قلب کا منبع قرار دیتے ہیں، لیکن مندرجہ ذیل مشاہدات و تجربات سے ان دلائل کی قطعی تردید ہوتی ہے۔

(۱) مرغی وغیرہ کے انڈے میں نظامِ عصبی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے نقطۂ قلب پیدا ہو کر خود بخود حرکت کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح

انسانی جنین میں بھی دوسرے ہفتہ میں دماغ سے پہلے نقطۂ قلب پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲) بعض حیوانات میں یہ مشاہدہ اور تجربہ کیا گیا ہے کہ ان کا دِل جسم سے باہر نکال دینے پر بھی کچھ عرصہ خود بخود سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے اور بعض ادنیٰ حیوانات میں یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ دِل کو نکال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں، لیکن اگر ان ٹکڑوں کو گرم رکھا جائے اور مناسب غذا پہنچائی جائے تو دو گھنٹوں تک خود بخود حرکت کرتے رہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جب کہ دِل کو حلقوں (Circles) کی صورت میں کاٹا جاتا ہے تب بھی وہ حرکت کرتے رہتے ہیں۔ بعض حکیموں کے یہ عینی مشاہدات ہیں کہ بعض مقتولین میں ایک گھنٹہ بعد از قتل قلب متحرک رہا، بعض پرندوں میں موت کے ایک دو روز بعد بھی حرکت قلب محسوس کی گئی اور جب کسی حیوان کے دِل کو جسم سے نکال کر بعض خاص نمکیات (پوٹاشیم، سوڈیم، کیلشیم وغیرہ) کے پانی میں رکھا جاتا ہے تو وہ گھنٹوں تک حرکت کرتا رہتا ہے اور یہ ایک معجزہ ہے۔

پس مذکورہ بالا تجربات و مشاہدات کی بنا پر اب یہ امر مسلمہ طور پر مانا جاتا ہے کہ قلب متحرک بالذات ہے، یعنی دِل کی یہ دوامی اور باقاعدہ حرکت ذاتی ہے۔ اور اس حرکت کا باعث خاص دِل ہی میں متمکن اور مستقر ہے۔ چنانچہ جوف قلب میں جو اعصابِ شرکیہ کی چھوٹی چھوٹی گانٹھیں پھیلی ہوئی ہیں اور عصبی ریشوں کے ذریعہ آپس میں ملی رہتی ہیں، وہی حرکتِ قلب کے لئے بمنزلہ مبداء ہیں، لیکن حرکتِ قلب کو کم و بیش یا سست چست کرنے کا انتظام نظامِ عصبی کے تابع ہے۔ چنانچہ عصبِ راجع (ویگز) حرکت قلب کو سست کرتی ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں طرف کے یہ اعصاب کاٹ دیئے جاتے ہیں تو حرکاتِ قلب تعداد اور قوت میں بڑھ جاتی ہیں اور جب ان دونوں اعصاب میں تحریک پیدا کی جاتی ہے، یعنی اُس کے ذاتی فعل کو عارضی طور پر تیز کیا جاتا ہے تو حرکاتِ قلب سست اور کہیں بالکل باطل ہو جاتی ہیں اور بخلاف ازیں جب دونوں اعصاب شرکیہ (سمپے تھیٹک نروز) میں تحریک پیدا کی جاتی ہے تو حرکاتِ قلب چست اور قوی ہو جاتی ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ قلب کی حرکت ذاتی ہے لیکن اس کو سست اور چست کرنا عصب راجع اور اعصاب شرکیہ کے تحت ہے۔

نتیجہ: حقیقت یہ ہے کہ دِل کی ذاتی حرکت یعنی اُس کا انقباض وانبساط تو اس کی ذاتی حرکت ہے، لیکن دِل کا چلنا یا دھڑکنا اعصاب کے ماتحت ہے۔ جب اعصاب کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو اس کا انقباض وانبساط تو قائم رہتا ہے مگر اُس کے چلنے اور دھڑکنے کی حرکت فوراً رُک جاتی ہے۔ اس ساری توضیح سے ثابت ہوا کہ عضلات میں جو حرکت پائی جاتی ہے، وہ اُن کی ذاتی ہے۔

شرائن: ایک قسم کی لچکدار نالیاں ہیں جن کو عربی میں عروق ضوارب اور انگریزی میں آرٹریز کہتے ہیں۔ ان کی بناوٹ بھی تقریباً دِل کی بناوٹ کے مطابق ہوتی ہے۔ ہر ایک شریان کی ساخت میں تین طبق ہوتے ہیں، اندرونی طبق باریک، شفاف اور لچکدار ہوتا ہے۔ اُس کے دو پرت ہوتے ہیں، اندرونی پرت (انڈوتھیلیم) یعنی اُس نازک جھلی کا بنا ہوا جو دِل کے اندر لگی ہوتی ہے، اور بیرونی پرت لچکدار ریشوں کا بنا ہوتا ہے۔ درمیانی طبق جو دبیز اور زردی مائل اور نہایت لچکدار ہوتا ہے۔ طمی اور وتری ریشوں سے بنتا ہے اور بیرونی طبق جو زیادہ دبیز ہوتا ہے، رباطی ریشوں کے دو پرتوں سے بنتا ہے، جب دِل سکڑتا ہے، خون کو شرائن میں دھکیلتا ہے اور اس کے دھڑکنے کی حرکت تمام شرائن میں تڑپ پیدا کرتی ہے، یہی سبب ہے کہ ہر شریان اچھلتی اور تڑپتی ہے۔ چنانچہ کلائی پر جو تڑپنے والی رگ ہے، عام طور پر اس کو نبض کہتے ہیں۔ اور نبض دیکھنے کے لئے عموماً اسی تڑپ کو محسوس کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ جب دِل سکڑتا ہے تو شرائن میں خون جاتا ہے۔ اسی لئے شرائن پھیلتی ہیں اور جب پھیلتا ہے تو اس میں خون واپس آتا ہے اور شرائن سکڑتی ہے۔

اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ دِل اور نبض کا گہرا تعلق ہے۔ جب نبض دیکھی جاتی ہے تو اُس میں نبض کی حرکت کے ساتھ ساتھ اس کا انقباض وانبساط بھی معلوم کیا جاتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں نبض کی جتنی اقسام بیان کی گئیں ہیں، ہم ان کو نبض کی ذات کے علاوہ تین

حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، یعنی نبض دیکھنے میں یہی تینوں چیزیں مدنظر ہوں گی اور باقی تمام اقسام ان کے تحت آ جائیں گی۔ یہ اقسام حسب ذیل ہیں: (۱) قوت (۲) حرکت (۳) حرارت۔

ان تینوں کی تفصیل اور ان کے ماتحت باقی اقسام بیان کرنے سے قبل ہم نبض کی ذاتی حالت کا بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

نبض کی ذاتی حالت

نبض کی ذاتی حالت میں مقدار، قوام آلہ اور مقدار رطوبت شریک ہے۔ ان تینوں جنسوں کے دیکھنے سے ایک طرف نبض کی حالت کا علم ہوتا ہے اور دوسری طرف ان سے بعض امراض پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً: **طویل نبض** جسم کی حرارت، بخار کی حالت اور ورم کی ابتدا کا پتہ دیتی ہے۔ قصیر نبض تپ لرزہ، جریانِ خون، قلت دم، اندرونی زخم اور وجع القلب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ **عریض نبض** اورام شدیدہ اور انتہائے تپ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ **ضیق نبض** تپ محرقہ، التہاب باریطون، ذات الجنب کی علامت ہے۔ **مشرف نبض** ریاح شکم، ذات الریہ، رعشہ، اورام اور انتہائے تپ کا اظہار ہے۔ **منخفض نبض** اعصابی درد، ہیضہ، قے، اسہال غشی، محرقہ دماغی کا اظہار کرتی ہے۔ **نبض صلب** رعشہ، ذات الریہ، امراض گردہ، تصغیر قلب، پچاس برس کی عمر کے بعد آتشک اور شراب خوری کے اثرات کا اظہار کرتی ہے۔ **لین نبض** کمی خون، اندرونی زخم، ذیابیطس (شکری) کی علامت ہے۔ **ممتلی نبض** ابتدائی امراض، حاد، دباؤ خون اور التہاب کا اظہار ہے۔ **خالی نبض** جریان خون، ذیابیطس، اندرونی زخم اور اواخر امراض حاد کی علامت ہے۔

(۱) **قوت**: قوت کے تحت قرع نبض، استوا و اختلاف نبض اور نظم نبض شامل ہیں۔ یہ حسب ذیل امراض پر روشنی ڈالتی ہیں۔

قوی بخار کی شدت، ابتدائے اورام، امراض حاد اور جریان خون کی پیش گوئی ہے۔ **ضعیف** ضعف قلب، کمی خون، بلغم کی زیادتی، ہاضمے کی خرابی کی دلیل ہے۔ **مستوی** طاقت اور مریض کی خیریت سے تندرست ہو جانے کی علامت ہے۔ **مختلف** مستوی کے بالکل مخالف اثرات و حالات کا اظہار ہے۔ **مختلف منتظم** اس امر کی دلیل ہے کہ مرض شاید صحت کی طرف آ جائے۔ **مختلف غیر منتظم** یہ نبض اکثر نقصان پر دلالت کرتی ہے۔ اور مریض کے تندرست نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے مریض اکثر تمباکو، چائے، کافی اور دیگر منشیات کی کثرت کے عادی ہوتے ہیں۔

(۲) **حرکت**: حرکت کے تحت زمانۂ حرکت، زمانۂ سکون اور وزنِ حرکت شامل ہیں۔ یہ اجناس ان امراض کا اظہار کرتی ہیں۔

سریع ریاح کی زیادتی، حرارت کی کمی، اختلاجِ قلب، جگر کی خرابی اور ضعف اعصاب کی علامت ہے۔ **بطی** ضعفِ قلب، سوزشِ جگر اور جسم میں تحلیل کی علامات کا اظہار ہے۔ متواتر امراضِ قلب مزمن، سوزشِ قلب، ورم عضلات، ذات الریہ، سرسام اور دیگر اورام کی علامت ہے۔ **متفاوت** دماغی امراض، شدید بخار، سوزشِ اعصاب کی دلیل ہے۔ **جید الوزن** جگر کے فعل میں تیزی، سوزشِ جگر، حرارت کی زیادتی اور ضعف قلب کی علامت ہے۔ **خارج الوزن** ضعف قوت خصوصاً قوتِ باہ، مثانے کی کمزوری، پھیپھڑوں کی کمزوری اور بلغم کی زیادتی کا اظہار کرتی ہے۔

(۳) **حرارت**: اس میں صرف کیفیتِ شریان شامل ہے۔ اور **نبض حار** روح کی گرمی، صفراء کی زیادتی، بخار اور سوزشِ جگر کی علامت ہے۔ **نبض بارد** نزلہ زکام، کھانسی، ضعفِ معدہ، ضعفِ قوت اور مزمن امراض خصوصاً مزمن بخار کی علامت ہے۔

نبض کا صحیح تصور

نبض کا صحیح تصور اس صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ ہر معالج اپنے ذہن میں ایک عضلہ (گوشت کی بوٹی) کا تصور رکھے جس کی

ساخت اسفنجی قسم کی ہے، جس میں ہوا اور رطوبت بھری ہوتی ہے اور اس کے درمیان میں سے خون کی شرائن اور وریدیں گزرتی ہیں۔ عضلہ جب اعتدال پر ہو تو اس میں ہوا اور رطوبت اپنے پورے اندازہ پر ہوتی ہے اور شریانوں اور وریدوں کے خون کی گرمی سے حرارت کا اُس میں ایک خاص قسم کا اعتدال پایا جاتا ہے اور جب عضلہ کا اعتدال بگڑتا ہے تو اس میں ہوا رطوبت اور حرارت کے اندازے اور اعتدال میں فرق آ جاتا ہے۔ جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی گوشت کے ٹکڑے کو کچھ دیر پانی میں پڑا رہنے دیں تو اس میں پانی بھر کر وہ پھیل جاتا ہے اور اگر اس کو آگ کے انگاروں پر رکھیں تو اس میں سے رطوبات ٹپکنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ سکڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کو پانی میں ڈال کر اُس پانی کو دیر تک آگ پر پکاتے رہیں تو اس کے اجزاء تحلیل ہو کر پانی میں شامل ہو جائیں گے۔ بس یہی صورت جسم میں اس عضلہ کی ہوتی ہے۔ کبھی وہ رطوبات کی زیادتی سے پھیل کر ڈھیلا ہو جاتا ہے اور کبھی ہوا کی زیادتی سے سکڑ جاتا اور گاہے حرارت کی کثرت سے اس میں تحلیل شروع ہو جاتی ہے۔ پس نبض بھی جس کا ایک بڑا حصہ عضلاتی ہے۔ عضلات کی ہی حالات کی نمائندگی کرتی ہے۔ نبض کی نرمی عضلات میں رطوبات کی کثرت کی دلیل ہے اور اس سے اس کی حرکات میں کمی ہو جاتی ہے۔ نبض کا تناؤ اور سکیڑ اور حرکات کی تیزی اس امر کی دلیل ہے کہ عضلات میں رطوبات خشک ہو رہی ہیں اور ریاح بڑھ رہے ہیں اور اسی طرح نبض میں حرارت کی زیادتی اور حرکات قلب میں ضعف اس امر کی علامت ہے کہ عضلات میں تحلیل شروع ہو گئی ہے۔ ان تصورات کو سامنے رکھنے اور نبض کی گزشتہ تشریحات، اقسام اور علامات پر غور کرنے سے امراض کے سمجھنے میں بے حد آسانی ہو جائے گی۔

ایک اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھیں کہ معلومات نبض حاصل کرنے کے دوران میں اس امر کو جاننے کی انتہائی کوشش کریں کہ دل، دماغ اور جگر میں فرداً فرداً تیزی، سستی اور ضعف کی صورت میں نبض کی صورتیں کیا ہوں گی۔ اس بنیادی امر سے باقی امراض کے تعین میں بہت سہولت ہوگی اور اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جب کسی ایک عضو میں تیزی شدت یا سوزش ہوگی تو باقی دو اعضاء کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوگی۔ اسی طرح بار بار کے تجربات سے حقیقت حال روشن ہو جائے گی اور نبض کا علم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گا۔

نبض

- مفرد
  - مقدار
  - قرعِ نبض
  - زمانۂ حرکت
  - قوامِ آلہ
  - زمانۂ سکون
  - مقدارِ رطوبت
  - کیفیت شریان
  - وزنِ حرکت
  - استوا و اختلاف نبض
  - نظم نبض
- مرکب
  - ۱ نبض عظیم
  - ۲ نبض غلیظ
  - ۳ نبض غزالی
  - ۴ نبض موجی
  - ۵ نبض دودی
  - ۶ نبض نملی
  - ۷ نبض منشاری
  - ۸ نبض ذنب الفار
  - ۹ نبض مطرقی
  - ۱۰ نبض ذوالفترہ
  - ۱۱ نبض واقع فی الوسط
  - ۱۲ نبض مستلی
  - ۱۳ نبض مرتعش
  - ۱۴ نبض ملتوی

قارورہ

قارورہ دراصل اُس شیشی کو کہتے ہیں جس میں مریض اپنا پیشاب طبیب کو دکھانے کے لئے لاتا ہے۔لیکن ادب اور گھن کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ پیشاب کا نام نہ لیا جائے صرف اُس برتن کا نام لے لیتے ہیں جس میں پیشاب ہوتا ہے اور اسی برتن یا شیشی کو قارورہ کہتے ہیں۔
قارورے کا تعلق چونکہ نظامِ بولیہ کے ساتھ ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارورے کا ذکر کرنے سے قبل کچھ اعضائے بولیہ کی تشریح کردی جائے۔

افعال اعضائے بولیہ

نظام بولیہ میں دونوں گردے، حالبین، مثانہ اور پیشاب کی نالی شریک ہے۔گردے پیشاب پیدا کرتے ہیں جس طرح دوسرے غدد سے خون کے مختلف مواد مخصوص رطوبات کی شکل میں خارج ہوتے ہیں، چوبیس گھنٹے میں تقریباً سیر سے ڈیڑھ سیر تک پیشاب خارج ہوتا ہے۔ چونکہ شریانِ گردہ اور ورید گردہ جحم میں بڑی ہوتی ہیں، اس لئے گردوں میں خون زیادہ مقدار میں تیزی سے دورہ کرتا ہے اور سارے جسم کا خون گردوں کے ذریعہ صاف ہوجاتا ہے۔ پیشاب کا جو حصہ گردوں کی نالیوں میں بنتا ہے، وہ اگلے حصہ کو حوض گردہ کی طرف دھکیلتا ہے جو آخرکار حالبین کے ذریعے مثانہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے پیشاب کی نالی کے ذریعے خارج ہوجاتا ہے۔

صفاتِ بول

بحالتِ صحت پیشاب عنبری یا ہلکے زرد رنگ کا صاف شفاف سیال ہوتا ہے۔جس کا وزن مخصوص آبِ خون کے برابر لیکن پانی سے کسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ جس وقت بول خارج ہوتا ہے اُس وقت کسی قدر ترش ہوتا ہے۔لیکن جب کچھ عرصہ پڑا رہتا ہے تو کھاری ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس میں تغیر اور فساد سے نوشادر پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی بوتیز ہوجاتی ہے اور اُس سے نوشادر کی دھانس آنے لگتی ہے۔ پیشاب کی روزانہ مقدار میں قوت وموسم اور غذا کی کمی بیشی اور نوعیت سے بہت فرق پڑجاتا ہے۔ چنانچہ موسم گرما میں جب پسینہ زیادہ آتا ہے تو پیشاب کم آتا ہے۔اگر پانی، شربت، دودھ یا لسی وغیرہ زیادہ پیا جائے تو اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔بعض ادویہ اور اغذیہ کے استعمال سے بھی اس کی رنگت میں فرق آجاتا ہے۔مثلاً ہلدی اور ریوند چینی وغیرہ کے استعمال سے پیشاب کی رنگت زرد ہوجاتی ہے۔

یادداشت: بعض اطباء کا یہ خیال ہے کہ قارورے سے صرف گردے اور جگر کے امراض تک کا پتہ چلتا ہے اور قارورہ باقی امراض اور اعضاء کی خرابی پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔لیکن یہ خیال غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔قارورے سے سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء کی حالت اور ہرقسم کے جسمانی وکیمیاوی تغیرات کا پتہ چلتا ہے۔جس کے دلائل یہ ہیں:

۱. چونکہ گردے تمام خون کو صاف کرتے ہیں اور اس میں خاص طور پر وہ اعضاء شامل ہوتے ہیں جو جسم انسان میں تکلیف کا باعث یا مرض پیدا کرتے ہیں۔
۲. پیشاب میں صرف ایک ہی رنگ نہیں ہوتا بلکہ مختلف رنگ پائے جاتے ہیں جو مختلف امراض اور اعضاء کی حالت میں امراض کا اظہار کرتے ہیں۔
۳. پیشاب کے اندر صرف ایک ہی قسم کی کیفیت نہیں پائی جاتی بلکہ کبھی اس میں ترشی پائی جاتی ہے اور کبھی کھاری پن۔
۴. پیشاب میں مختلف قسم کے مواد پائے جاتے ہیں جو اکثر مختلف اعضاء کی خرابی اور امراض پر دلالت کرتے ہیں۔

قارورہ دیکھنے کا طریق

قارورہ دیکھنے کے لئے یہ چیز نہایت اہم ہے کہ قارورہ صبح کا پہلا ہونا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ قارورہ تمام لایا جائے۔ قارورے میں تین چیزیں نہایت اہم ہیں: ① رنگت ② بو اور قوام ③ رسوب (مواد)۔

❶ رنگت

رنگت میں سب سے اہم وہی رنگت ہے جو فطرت نے اس کائنات میں پیدا کئے ہیں۔ یعنی نیلا، پیلا اور سرخ۔ باقی رنگ ان کے آپس میں ملنے سے پیدا ہو جاتے ہیں، جیسے سبز رنگ نیلے اور پیلے کے ملنے سے بنتا ہے۔ نارنجی رنگ پیلے اور سرخ کے ملنے سے بنتا ہے اور اسی طرح ارغوانی رنگ پیلے اور سرخ رنگ کے ملنے سے بنتا ہے۔[1]

(i) حمرت (سرخ رنگ): اس رنگت کے چار درجے ہیں: ① اصہب (پیازی)، وہ رنگ جس میں تھوڑی سی سرخی سفیدی مائل ہوتی ہے۔ یہ کسی قدر غلبۂ خون پر دلالت کرتا ہے۔ ② وردی (گلابی)۔ ③ احمر قانی، وہ جو قدرے سرخ سیاہی مائل ہو۔ ④ احمر اقتم، وہ جو سرخ سے زیادہ سیاہی مائل ہو۔ ان میں سے ہر ایک علی الترتیب پہلے کی نسبت خون کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔

نوٹ: سرخ رنگ کا قارورہ سردی اور خشکی پر دلالت کرتا ہے۔ اکثر اطباء غلطی سے اس کو گرمی کی علامت خیال کرتے ہیں۔ البتہ اگر قارورے میں خون شریک ہو تو پھر کسی قدر گرمی کی علامت کہی جاسکتی ہے۔ لیکن اس میں بھی ریاح کی زیادتی شامل ہوگی۔

(ii) صفرت (زرد رنگ): اس کے چھ درجے ہیں۔ ① یہ قارورہ سفید شفاف قدرے زردی مائل ہوتا ہے۔ یہ اُس پانی سے مشابہت رکھتا ہے جس میں بھوسہ بھگو دیا گیا ہو۔ یہ رنگ خرابیٔ ہضم پر دلالت کرتا ہے۔ ② اُترجی، یہ قارورہ ترنج کے چھلکے کی مانند ہوتا ہے اور تلحتی کی نسبت زیادہ زرد ہوتا ہے۔ یہ کچھ ہاضمے کی عمدگی پر دلالت کرتا ہے۔ ③ اشقر، زرد رنگ قدرے سرخی مائل، یہ حرارت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ ④ نارنجی ⑤ ناری ⑥ زعفرانی۔ ان میں سے ہر ایک علی الترتیب اپنے سے پہلے سے زیادہ حرارت پر دلالت کرتا ہے۔

(iii) خضرت[2] (سبز رنگ): اس کے پانچ درجے ہیں۔ ① فستقی (پستہ کے رنگ کا)، یہ سردی پر دلالت کرتا ہے۔ ② آسمان گونی یعنی خفیف نیلا۔ ③ نیلنجی، ان میں ہر ایک اپنے سے پہلے کی نسبت سردی پر دلالت کرتا ہے۔ ④ کرائی (گندھنے کے رنگ کا قارورہ)، جو سبز ہوتا ہے۔ یہ احتراق شدید پر دلالت کرتا ہے۔ ⑤ زنجاری (زنگار کی مانند) سفیدی مائل سبز، بہت ہی زیادہ احتراق پر دلالت کرتا ہے۔

سواد اور بیاض: یہ دونوں رنگ بھی مفرد نہیں ہیں، بلکہ مرکب ہیں، جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا ہے۔ البتہ اسود کی چار صورتیں پائی جاتی ہیں، جن کا اظہار ضروری ہے۔ یہ یاد رہے کہ اسود ایسا مرکب ہے جو مختلف رنگوں کی بے اُصولی ترتیب سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں بعض رنگوں کی زیادتی اور بعض کی کمی کی صورت مختلف حالتوں پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن عام طور پر اس کا غلبہ سوداویت کی دلیل ہے۔

---

[1] جاننا چاہئے کہ کل رنگ سات ہیں جو ان تینوں رنگوں کے امتزاج سے پیدا ہوتے ہیں، لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے شیشوں کو آگے پیچھے رکھ کر ایک طرف سے روشنی ڈالی جائے تو دیوار پر سفید رنگ آئے گا لیکن اگر ایک شیشہ بھی نکال دیا جائے تو دیوار پر رنگدار سایہ ہوگا۔ گویا یہ ساتوں رنگ سفید رنگ کے مرکب ہیں اور جب ان ساتوں رنگوں کا امتزاج اندازے سے کم و بیش ہو جائے تو سیاہ رنگ بن جائے گا۔ گویا کل نو رنگ ہوئے۔ سفید نوری رنگ اور سیاہ ظلمت کا رنگ کہلاتا ہے۔

[2] خضرت دراصل مفرد رنگ نہیں ہے بلکہ یہ زردی اور نیلاہٹ سے مرکب ہے، اس لئے خضرت کو دیکھتے ہی دونوں رنگوں کو مدِ نظر رکھنا چاہئے۔

① ایسا سیاہ قارورہ جو زعفرانی رنگ لئے ہوئے ہو یہ ایسے سودا پر دلالت کرتا ہے جو صفرا سے پیدا ہوا ہوتا ہے۔

② وہ سیاہ قارورہ جو قط لئے ہوئے ہو یعنی وہ پہلے احمر اقتم اور اس کے بعد سیاہ ہو گیا ہو، یا بالفاظ دیگر سیاہ سرخی مائل ہو گیا ہو۔ یہ ایسے سودا پر دلالت کرتا ہے جو خون سے پیدا ہوتا ہے۔

③ وہ سیاہ قارورہ جو سبزی مائل ہو یہ خالص سودا پر دلالت کرتا ہے۔

④ سیاہ سفیدی مائل قارورہ سودائے بلغمی پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح بیاض یعنی قارورے کی سفیدی برودت یا مواد کے نضج نہ پانے پر دلالت کرتی ہے۔

یادداشت: یہ جاننا چاہئے کہ بیاض کی دو قسمیں ہیں:

① **بیاض حقیقی:** جیسے دودھ کا رنگ یہ رنگ اگر پیشاب میں پایا جائے تو بلغم و برودت کے غلبہ کے ساتھ چربی اور اعضاء اصلیہ کے پگھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے دق کے آخری درجے میں اعضائے اصلیہ کے پگھلنے کی وجہ سے قارورے کا یہی رنگ ہوتا ہے یا گردے کی انتہائی سوزش میں انڈے کی سفیدی کی طرح رطوبت اخراج پاتی ہے۔

② **بیاض غیر حقیقی:** جیسے پانی، یہ رنگ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ طبیعت نے پانی میں تصرف ہی نہیں کیا اور اس صورت میں یہ قارورہ بہت برا اور مواد کے نضج اور پختگی سے مایوس کرنے والا ہے۔ یہ سدّوں پر دلالت کرتا ہے جو قارورے میں رنگ بخشنے والے اعضاء کو نفوذ کرنے سے روک دیتے ہیں۔

✿ قوام اور کدورت

بلحاظ قوام قارورے کی تین اقسام ہیں: (۱) رقیق (۲) غلیظ (۳) ان دونوں کے درمیان (معتدل)۔

(۱) رقیق: رقیق سے مراد پانی کی طرح یعنی جس میں مائیت غالب ہو، ایسا قارورہ عدم نضج، سدّے، ضعفِ گردہ، بکثرت پانی پینا، خشکی کے ساتھ سردی کا غلبہ ہونا، مائیت کے راستوں سے مادے کا کسی دوسری طرف متوجہ ہو جانا، رقیق رطوبتوں کا پیشاب کی طرف چلا جانا وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) غلیظ: جس میں گاہے اخلاط کی کثرت سے اور گاہے عدم نضج کے باعث یہ علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔

کدورت (گدلاپن): کدورت کا سبب مادہ ارضیہ ہوتا ہے جس کے ساتھ ریح بھی ہوتا ہے جو مائیت سے مخلوط ہوتا ہے۔ کدورت اور قوام میں یہ فرق ہے کہ قوام میں بول کے تمام اجزاء میں یکسانیت پائی جاتی ہے (یعنی وہ گھل مل کر بالکل ایک چیز معلوم ہوتے ہیں) اور کدورت کی صورت میں اجزاء منتشر دکھائی دیتے ہیں۔ پیشاب میں کدورت نضج نہ ہونے اور اخلاط کی حرکت کرنے کی دلیل ہے۔ کبھی کدورت قوت کے زائل ہونے اور اندرونی ورم کی وجہ سے بھی ہوتی ہے اور اکثر صاحبِ قارورہ کے سر میں درد ہونے کی علامت ظاہر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ جوش میں ہے جس سے بخارات اوپر کی طرف صعود (چڑھ) کر رہے ہیں۔

(۳) رسوب: اس کے اصطلاحی معنی تلچھٹ کے ہیں، لیکن قارورہ کا رسوب اس جسم کا نام ہے جو قارورے کی مائیت سے غلیظ اور اس سے ممتاز نظر آئے، خواہ قارورے کی مائیت سے غلیظ اور اس سے ممتاز نظر آئے، خواہ قارورے میں معلق ہو یا اس کے اوپر تیر رہا ہو۔ رسوب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قارورے کی تہہ میں بیٹھا ہوا ہو، اگرچہ رسوب کے اصل معنی تہہ میں بیٹھنے کے ہیں۔ رسوب کی دو قسمیں ہیں: (i) طبعی (ii) غیر طبعی۔

(i) **طبعی:** رسوب طبعی وہ ہے جو سفید ہو، تہہ نشین ہو، اس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں۔ متخلل اور لطیف ہو، حرکت دی جائے تو جلد پھیل جائے اور پھر جلدی تہہ نشین ہو جائے۔ سفید رسوب کے مخالف رسوبات میں سب سے بہتر سرخ رسوب ہے اور پھر زرد۔

(ii) **غیر طبعی:** رسوب غیر طبعی ایسا رسوب ہے جس میں طبعی رسوب کے اوصاف بالکل نہ پائے جائیں یا بہت کم پائے جائیں۔ اس کی بارہ اقسام ہیں: (۱) خراطی (۲) وشیشی (۳) لحمی (۴) دسمی (۵) مدی (۶) مخاطی (۷) شعری (۸) خمیری (۹) رملی (۱۰) مادی (۱۱) علقی (۱۲) دموی۔

(i) **خراطی** (بڑھئی کے خراد کی مانند): وہ رسوب ہے جو چھلکوں کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سفید طبقات جو مثانہ کے چھلنے پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) لحمی سرخ چھلکے جو گردوں کے چھلنے پر دلالت کرتے ہیں۔

(۳) نیلے رنگ کے چھلکے جو اعضائے اصلیہ کے چھلنے کی دلیل ہیں۔

(۴) سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے اجزاء، مٹر جیسے، جن کو کرسنی کہتے ہیں، یہ جگر اور گردہ کے اجزاء کے احتراق پر دلالت کرتے ہیں۔

(۵) سفیدی مائل چھلکے، ان کو نخال کہا جاتا ہے۔ یہ مثانہ کی خارش پر دلالت کرتے ہیں (نخال سبوس گندم کو کہتے ہیں)۔

(ii) **دشیشی** (شیش کوٹا ہوا یا کچلا ہوا گیہوں): یہ رسوب ہڑتال سرخ کے مشابہ ہوتا ہے اور خون کے احتراق یا اعضاء کے گھلنے یا خارش مثانہ پر دلالت کرتا ہے۔

(iii) **لحمی:** اس کا سبب بھی وہی ہے جو اوپر کرسنی کا بیان ہو چکا ہے۔

(iv) **دسمی** (چربی دار): یہ رسوب اعضاء کے گھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ (دسم = چکنائی)۔

(v) **مدی** (پیپ دار): ورم کے پھوٹنے پر دلالت کرتا ہے۔

(vi) **مخاطی** (بیٹھ کے مشابہ): خلط غلیظ بلغمی کی دلیل ہے۔

(vii) **شعری** (بالوں کے مشابہ): اس کا سبب رطوبت کا لمبائی میں منعقد اور بستہ ہو جانا ہے۔

(viii) **خمیری** (خمیر کے مشابہ): یہ رسوب رنگت اور غلظت میں خمیر کے ٹکڑوں کی مانند ہوتا ہے جو پانی میں بھگو دیئے گئے ہوں۔ یہ ضعف معدہ اور بدہضمی پر دلالت کرتا ہے۔

(ix) **رملی** (ریگ کی مانند): پتھری پر دلالت کرتا ہے جو منعقد ہو چکی ہو یا ہونے والی ہو۔

(x) **مادی** (خاکستر کے مشابہ): یہ رسوب بلغم یا پیپ پر دلالت کرتا ہے، جس کا رنگ زیادہ عرصہ کسی جگہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہو۔

(xi) **علقی** (خون کے لوتھڑے کی مانند): رسوب کی یہ قسم خون کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اگر یہ مائیت کے ساتھ خوب مخلوط ہو تو ضعف جگر پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر اس میں کم اخلاط ہوں تو پیشاب کی نالی کے زخم پر دلالت کرتا ہے اور اگر رسوب مائیت سے ممتاز ہو تو اکثر مثانہ اور قضیب کے زخم پر دلالت کرتا ہے۔

(xii) **دموی:** یہ شریان خون کے پھٹنے پر دلالت کرتا ہے۔

قارورہ کے مقام کے لحاظ سے رسوب کی تین اقسام ہیں: (۱) غمام (۲) معلق (۳) راسب۔

(۱) **غمام** (ابر کی مانند): وہ رسوب ہے جو قارورہ کی سطح کے اوپر تیر رہا ہو، اس کا سبب یہ ہوتا ہے، نفخ کی کمی ہوتی ہے اور ریاح اوپر کو چڑھا دیتی ہے۔

(۳) **معلق** (لٹکا ہوا) : وہ رسوب ہے جو قارورہ کے بیچ میں ٹھہرا ہوا ہو، اس کی وجہ مذکورہ بالا باتوں کی کمی ہوتی ہے۔

(۴) **راسب** (تہہ نشین) : یہ رسوب طبعی میں نضج پر دلالت کرتا ہے اور غیر طبعی میں خرابی کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی اگر رسوب طبعی تہہ میں بیٹھا ہوا ہو تو اچھی علامت ہے اور اگر غیر طبعی رسوب تہہ میں بیٹھا ہوا ہو تو بُری علامت ہے۔

مقدار بو اور جھاگ

قارورہ کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اوّل اس کی صورت اور دوسرے اس کی ماہیت۔ ماہیت سے ہماری مراد اس کا تجزیہ ہے۔ قارورہ دیکھنے کے لئے سب سے اوّل اس کی صورت پر غور کرنا چاہئے، جس کی ہم نے تین صورتیں مقرر کی ہیں: (۱) مقدار (۲) بو (۳) جھاگ۔

❶ مقدار

مقدار کی تین صورتیں ہیں:

(i) **کثیر المقدار**: وہ قارورہ جو حالتِ صحت کے لحاظ سے مقدار میں زیادہ ہو۔ یہ اعضاء کے گھلنے یا زائد فضلات کے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(ii) **قلیل المقدار**: جو بلحاظ حالتِ صحت کے تھوڑا ہو، یہ قوت کے ضعف یا تحلیل کی کثرت یا مادے کی کسی دوسری طرف متوجہ ہو جانے پر دلالت کرتا ہے۔

(iii) **معتدل المقدار**: جو کثیر اور قلیل کے درمیان ہو اور حالتِ صحت کی دلیل ہے۔

❷ بُو

بُو سے مراد دراصل ذائقہ ہوتا ہے، چونکہ قارورے کو چکھا نہیں جاتا۔ اس لئے اس کا اس کی بُو کے ذریعہ احساس کیا جاتا ہے۔ قارورے میں دو ہی قسم کی بو پائی جاتی ہے۔

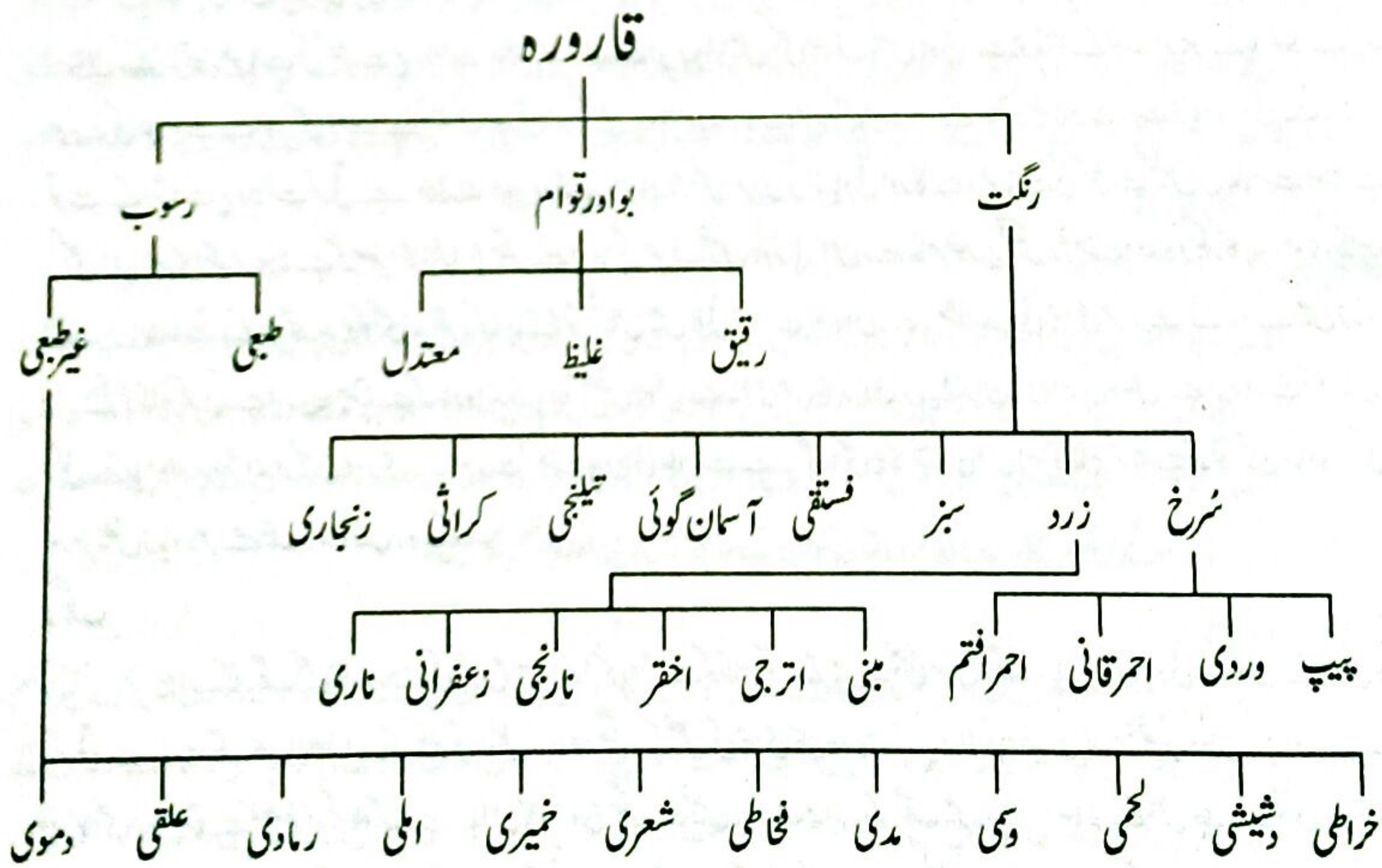
(i) **حامض الرائحہ** (ترش بُو رکھنے والا) : ایسا قارورہ سرد اخلاط میں حرارت غریبہ کے اثر کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ریاح کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔

(ii) **حلو الرائحہ** (شیریں) : یہ خون کے غلبے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس میں کھاری پن پایا جاتا ہے۔ البتہ اس بات کو ضرور مدِ نظر رکھیں کہ حلو الرائحہ بھی اگر کافی عرصہ پڑا رہے تو حامض الرائحہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دوسرے اس بات کا خیال رکھیں کہ بعض قاروروں میں بُو زیادہ پائی جاتی ہے اور بعض میں کم۔ اگر بُو زیادہ پائی جائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حرارت نے مواد پر زیادہ اثر کیا ہے اور اگر بُو کی کمی ہو تو یہ عارم نضج کی وجہ سے ہوتا ہے اور حرارت کے اثر نہ کرنے کی دلیل ہے۔ بعض وقت بغیر بُو کے قارورے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ضعفِ قوت پیدا ہو گیا ہے۔

قارورہ کی مزید تشریح

قارورے کو دیکھنے میں سب سے پہلے اس کی مقدار، بو اور جھاگ دیکھنا چاہئے۔ بعد میں اس کی رنگت، قوام و کدورت اور اس کے بعد رسوب دیکھنا چاہئے۔ ان سب علامات کے اثرات و نتائج گزشتہ صفحات میں تحریر ہو چکے ہیں، اور ان کے ذہن نشین کرنے اور آپس میں تطبیق دینے سے صحیح تشخیص ہو سکتی ہے۔ البتہ رنگوں کی طرف دھیان دینا چاہئے۔ جن کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ رنگوں میں سرخ، پیلا اور

سفید رنگ اپنے اندر خاص اثرات رکھتے ہیں اور خصوصی امراض پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جس قدر زیادہ سرخی بڑھتی جائے گی یا اس میں سیاہی غالب آتی جائے گی، اسی قدر ریاح میں شدت پیدا ہوتی جائے گی اور اس کا اثر خاص طور پر معدہ اور ریہ، دل اور مثانہ پر پڑے گا۔ نزلہ اور درد سر کی شدت ہوگی۔ اسی طرح زرد رنگ کی زیادتی صفراء کی زیادتی کی دلیل ہے۔ اس سے ایک طرف گرمی بڑھتی چلی جاتی ہے تو دوسری طرف ریاح کم ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جوں جوں زردی بڑھتی جاتی ہے، جسم میں حرارت بڑھتی جاتی ہے۔ اس پیلے رنگ کی زیادتی سوزشِ جگر، پیچش، گرمی کا نزلہ، سوزشِ سینہ اور اکثر شدید بخار کا اظہار کرتی ہے اور یہ بعض اوقات دردِ شقیقہ کے پیدا ہونے کا بھی اظہار کرتا ہے۔ عورتوں میں ماہواری کی زیادتی، کمر میں درد اور سوزشِ رحم کی دلیل ہے۔ اس سے مردوں میں سرعتِ انزال کا اظہار ہوتا ہے۔ سفید رنگ حرارت کی کمی اور بلغم کی زیادتی کی دلیل ہے۔ جوں جوں سفید رنگ قارورے میں بڑھتا جاتا ہے، حرارت کی کمی کا اظہار ہوتا جاتا ہے۔ اس سے بلغمی امراض مثلاً سردی کا زکام، نزلہ، کھانسی، دردِ سر، اسہال اور ضعفِ جگر، عورتوں میں سیلان الرحم اور مردوں میں جریان کا اظہار ہوتا ہے۔ ان رنگوں میں جب دو رنگ آپس میں ملے ہوئے ہوں، مثلاً سرخی اور زردی، زردی اور سفیدی، سفیدی اور سرخی یا ان کی مرکب صورتیں مثلاً نارنجی رنگ، سبز رنگ اور فستقی رنگ وغیرہ تو ان میں جس رنگ کا غلبہ ہو، اس کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔ بعض دفعہ دونوں رنگوں کا مجموعہ کسی ایک مرض پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے نارنجی رنگ یرقان کی علامت ہے، وغیرہ۔



براز

براز کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے قبل گزشتہ صفحات میں نظام غذائیہ کا بغور مطالعہ کریں۔ اس کے بعد براز کے متعلق ذیل کی معلومات کی روشنی میں غور کریں۔ براز کا معائنہ کرنے میں تقریباً وہی صورتیں اختیار کی جاتی ہیں جو قارورہ میں بیان ہو چکی ہیں۔ یعنی مقدار، قوام اور رنگت۔ اس کے ساتھ ہی تندرست آدمی کے براز کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے۔ جو عام طور پر معتدل قوام (نہ زیادہ رقیق نہ سخت)، ایک مناسب مقدار (اندازہ غذا کے مطابق) اور سنہری رنگ کا ہوتا ہے۔

مقدار

مقدار کی کمی و بیشی دونوں مرض پر دلالت کرتی ہیں۔ کمی مقدار اعضائے غذائیہ کے ضعف، قوتِ دافعہ اور ہاضمہ کی کمزوری یا قوتِ ماسکہ کی تیزی پر دلالت کرتی ہے۔ ایسے براز سے اکثر قولنج کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ زیادتی مقدار قوتِ ماسکہ کی کمزوری اور قوتِ دافعہ کی شدت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ اکثر جسم میں صفرا کی زیادتی کا اظہار کرتی ہے۔ اس سے جسم اکثر کمزور رہتا ہے اور خون کم پیدا ہوتا ہے۔

قوام

قوام کی تین صورتیں ہیں: (۱) رقیق (۲) لیسدار اور غلیظ (۳) خشک اور سدے۔ **رقیق** عام طور پر حرارت کی زیادتی اور اس کی زیادتی اور اس کے ساتھ رطوبات کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ **لیسدار براز** میں کبھی صرف لیس ہوتی ہے جو غذا کے لیسدار ہونے یا خلط کے لیسدار ہونے کی علامت ہے اور کبھی اعضائے جسم کی سوزش اور تحلیل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی لیسدار کے ساتھ چکناہٹ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جو سقوطِ قوت کے اثرات پر دلالت کرتی ہے۔ **خشک اور سدے** ایسا براز کبھی سردی کی زیادتی اور گاہے رطوبات کی کثرتِ تحلیل کی علامت ہوتا ہے اور کبھی اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ صفرا کا اخراج جگر سے امعا کی طرف نہیں ہو رہا۔ اس سے عام طور پر قبض، ضعفِ معدہ و جگر کا پیدا ہونا، ظاہر ہوتا ہے۔ ان علامات کے ساتھ بدبو کو بھی مدنظر رکھا جائے تو تشخیص میں کافی سہولت ہو جاتی ہے۔ مثلاً بدبو کی تیزی حرارت کے مادے میں زیادہ اثر کرنے کو ظاہر کرتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ مادہ اندر زیادہ متعفن ہو گیا ہے۔ اسی طرح بدبو کی کمی یا فقدان اس امر کی دلیل ہے کہ حرارت جسم میں کم ہو گئی ہے یا مواد پر اثر انداز نہیں ہو رہی۔ یہ صورت ضعف بدن کی علامت ہے۔ کبھی کبھی بو کا فقدان اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ قوتیں ساقط ہو گئی ہیں اور مریض زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ سکے گا۔

رنگ

بزار کے رنگ بھی قارورے کی طرح ہیں اور انہی اثرات کو ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی سرخ رنگ ریاح کی زیادتی اور خون کے جوش کو ظاہر کرتی ہے۔ زرد رنگ کا براز صفراء کے غلبے کی دلیل ہے اور جگر کے فعل کی تیزی کا پتہ دیتا ہے۔ براز کی سفیدی غلبۂ بلغم کی دلیل ہے اور اس سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ صفراء کم ہو گیا ہے۔ یا اس کا اخراج جگر سے نہیں ہو رہا۔ براز کے رنگ میں سیاہی اخلاط کے جل جانے یا قویٰ کے ساقط ہو جانے کو ظاہر کرتا ہے اور سبز رنگ کا براز اکثر براز کے جسم میں کافی عرصہ تک رُکے رہنے کی دلیل ہے جس کا سبب جسم میں سردی کا غلبہ ہے۔ بعض اوقات براز میں پیپ اور خون بھی ملے ہوتے ہیں جو اندر کے زخم اور پھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعض وقت ایسا براز ریاضت نہ کرنے والے شخص کا بھی ہوتا ہے۔ براز کے ساتھ غیر معمولی قراقر اور جھاگ بھی اخراج پاتے ہیں جو عام طور پر ریاح کی زیادتی کی دلیل ہوتے ہیں۔ نہایت ہی سڑا ہوا اور نہایت ہی بدبودار سیاہی مائل کے رنگ کا براز اکثر موت کی دلیل ہوا کرتا ہے۔

چہرے سے امراض کی تشخیص

چہرے اور ظاہر جسم کو دیکھ کر امراض کی تشخیص کرنا اگرچہ مشکل امر ہے لیکن ذرا محنت سے یہ علم بھی پوری طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اگر معالج اس پر دسترس حاصل کر لے تو اس کی عزت و وقار میں از حد اضافہ اور اُس کی شہرت دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں اس علم کے متعلق چند اصولی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن پر غور و فکر کرنے سے معالج کا ذہن کھل جاتا اور وہ ہر مرض کو چہرے اور ظاہر علامات سے معلوم کر سکتا ہے۔ اس علم کو حکم لگانا کہتے ہیں۔

حکم لگانے میں تین حالتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے: ① چہرے اور جسم کی رنگت ② چہرے اور جسم کی ہیئت ③ چہرے اور جسم کی ظاہر علامات۔

❶ رنگت

اس کا ذکر علامات کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس میں جسم انسان کے اخلاط کے رنگوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً سرخ رنگ خون کے جوش پر دلالت کرتا ہے۔ زرد رنگ صفراء کی زیادتی، سفید رنگ بلغم کی کثرت اور اسی طرح سیاہ رنگ سوداویت کا اظہار ہے۔ ساتھ ہی ان رنگوں کو غور سے سمجھ لینے کے بعد ذہن فوراً اُن اعضاء کی طرف لوٹ جانا چاہئے جہاں یہ اخلاط پیدا ہوتے، قیام کرتے اور صاف ہوتے ہیں۔ ان رنگوں سے ایک طرف خون کی کیمیاوی حالت کا علم ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ اُن اعضاء کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی حالت غیر طبعی ہونے سے ان اخلاط میں کمی بیشی سے یہ رنگ پیدا ہو گئے ہیں۔ ان دونوں صورتوں کو مدنظر رکھ کر ذہن میں فوراً مرض کا ایک تصور اُبھر آتا ہے اور باقی علامتوں کے دیکھنے کے ساتھ یقین کی حد تک مرض کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جب کسی ایک رنگ کے دیکھنے کے بعد اس کے متعلقہ عضو کی طرف توجہ کی جائے تو فوراً دیگر اخلاط کے اعضاء کی طرف بھی دھیان کر لینا چاہئے کہ اُن کی وہاں کیا حالت ہے اور اُس کے بعد حکم لگانا چاہئے۔

❷ ہیئت

ہیئت سے مقصد چہرے اور جسم کا دُبلا یا موٹا پن اور اُس میں رطوبات کی کمی و زیادتی وغیرہ ہے۔ جسم میں چربی کی زیادتی اعصاب کے فعل کی تیزی کی علامت ہے اور اس میں عصبی امراض کو مدِنظر رکھیں۔ اگر جسم میں گوشت کی زیادتی ہو اور عضلات تنے ہوئے ہوں تو جگر کے فعل میں تیزی ہے اور اس کے امراض پر نگاہ رکھیں۔ اسی طرح اگر جسم دُبلا پتلا اور چہرہ اندر کو پچکا ہوا ہو تو معدے، امعاء اور گردوں کے امراض کا تصور ذہن میں لائیں۔ اس کے ساتھ رنگوں کو دیکھنے سے اخذ کردہ نتائج کو ان کے ساتھ تطبیق دیں اور پھر حکم لگائیں۔

❸ ظاہر علامات

یہ علامات زیادہ تر ہم کو بچوں، مدہوش انسانوں اور بے ہوش لوگوں پر کام دیتی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی دیکھ کر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ ان میں جسم کی غیر معمولی ساخت، بالوں کی قلت و کثرت، سر، چہرہ، آنکھ، کان، ناک، ہونٹ، ہاتھ پاؤں کا تناسب اور اس کے ساتھ چہرے کی لمبائی، چوڑائی، خد و خال، اُس کے کسی عضو کا کشادہ یا تنگ ہونا اور خاص طور پر چہرے پر داغ مستے اور پھنسی دانے وغیرہ قابل غور ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ باقی جسم کی بناوٹ لمبائی، چوڑائی، چال ڈھال، بدن کا کسی طرف جھکاؤ، جسم کا حرکات اور چال میں جھٹکنا اور اسی قسم کی کوئی اور بے ترتیبی پر بھی نگاہ ڈالی جائے اور سب سے بڑھ کر چہرے کی ذہنی کیفیت کیفیات و شادمانی کا ضرور ذہن میں تجزیہ کرنا چاہئے۔ اور ان کے بالا اعضاء اثرات کی طرف توجہ دینی چاہئے اور پھر رنگوں اور ہیئت کی علامات سے اخذ کردہ نتائج کے ساتھ تطبیق دے کر حکم لگانا چاہئے۔ ذیل کی

علامتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(i) گال: گالوں کی سرخی اور غیر معمولی تمازت (چمک) جس کے ساتھ چہرے کا رنگ اُڑا ہوا اور گھبراہٹ کے آثار ہوں، عام طور پر پھیپھڑوں کے ورم اور اختلاج القلب کی علامت ہوتی ہے۔ مردوں کے گالوں پر سیاہ نشان، سوزش مثانہ و گردہ اور خصیوں کے امراض کی علامت ہے۔ عورتوں کے گالوں پر چھائیوں کا پڑ جانا سوزشِ خصیۃ الرحم اور خرابیٔ حیض کی نشانی ہے۔

(ii) ہونٹ: ہونٹوں کا موٹا ہو جانا، جسم میں ریاح، سوجن، سوزشِ جگر اور ہونٹوں پر سرخ سیاہی مائل پھنسی سوزشِ دماغ کی علامت ہے۔ ہونٹوں کی گہری چمک دار سرخی سل، سفیدی خون کی کمی اور بخار کی دلیل ہے۔ اسی طرح ہونٹوں کی سرخی جسم کی اندرونی سوزش کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہونٹوں کی زردی صفراء کی زیادتی اور اس کے امراض وقے کی دلیل ہے۔ ہونٹوں کا خشک رہنا معدے میں سوزش اور مالیخولیا، سفید رنگ کی تہہ چڑھ جانا، جوڑوں کی خرابی، جلن بخار کی علامت ہے۔ لمبے بخاروں میں ہونٹوں کی خشکی زیادہ ہو جاتی ہے۔ سرسام اور پھیپھڑوں کے اورام میں ہونٹوں پر خشک قسم کی پڑیاں جم جاتی ہیں، ہونٹوں کا پوری طرح بند نہ ہونا لقوہ کی بہت بڑی علامت ہے۔ ہونٹوں کا لٹک جانا ضعفِ اعصاب اور فالج کی علامت ہے۔

(iii) منہ: منہ کا کھلا رہنا ضعف قلب اور پھیپھڑوں کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس کے برعکس منہ کا سختی سے بند ہونا تشنج، ورم دماغ اور غشی کی علامت ہے۔ منہ سے رال ٹپکنا، دماغی اور عصبی خرابی اور بعض لوگوں میں امعاء کے کیڑوں اور شدید نفخ شکم کی طرف اشارہ ہے۔

(iv) آنکھ: آنکھوں کی زردی صفراوی امراض مثلاً یرقان، سوالقنیہ، استسقاء سرخی، دردِ سر، نزلہ اور سوزشِ اعصاب کی دلیل ہے۔ آنکھوں کے پپوٹوں پر پھنسیاں عصبی سوزش، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، امراض گردہ و امعاء، بواسیر اور خون میں تیزابیت کی زیادتی کی علامت ہے۔ آنکھوں کے گرد گڑھے پڑ جانا خصوصاً بچوں میں اعصاب اور آنتوں کی سوزش کا اظہار ہے، اس میں پیاس اور اسہال کی شدت ہوتی ہے۔ آنکھوں میں اُداسی کا پایا جانا ضعف باہ اور جریان کی طرف اشارہ ہے۔

عام علامات

چہرے پر کسی مقام مثلاً ہونٹ، ناک، کان پر سوزشناک سرخی سیاہی مائل پھنسی کا نمودار ہونا مریض کے حق میں خطرناک ہے۔ اور جب تک مریض کا علاج غور و توجہ سے نہ کیا گیا اس کا بچنا ذرا مشکل ہے۔ اگر اس پھنسی کے ساتھ مریض میں ہچکی کی بھی صورت ہو تو ایسا مریض مشکل سے جانبر ہوتا ہے۔ لیٹے ہوئے مریض کے گھٹنے اگر پیٹ کی طرف اکٹھے ہوں تو قولنج اور دردِ گردہ کی علامت ہے۔ اگر مریض اپنی حرکت اور چال میں اپنے پاؤں کو جھٹکا دے تو مریض کے گردوں میں بھی خرابی ہے۔

موت کے قریب کی علامات

(۱) منہ کا کھلا رہنا (۲) آنکھوں کا پتھرایا ہوا معلوم ہونا (۳) ناک کا مڑ جانا (۴) چہرے پر پریشانی کے آثار (۵) سینے پر بلغم کی زیادتی اور اخراج نہ پانا (۶) مریض کا بے ربط باتیں کرنا (۷) ہاتھ پاؤں میں کھچاوٹ اور سکت کا نہ پایا جانا (۸) نبض عام طور پر نملی ہو جاتی اور قارورے میں اکثر سیاہی پیدا ہو جاتی ہے۔

ان علامات کو جاننے کے بعد فوراً حکم نہیں لگانا چاہئے بلکہ اوپر کی علامات جو رنگ اور ہیئت میں بیان کی گئی ہیں، ان کا بھی جائزہ لے کر حکم لگانا چاہئے۔ یہ عمل کچھ مشکل نہیں۔ اس پر مکمل دسترس حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مریض مطب میں آئے تو پہلے اُس کے چہرے اور ظاہر جسم کو دیکھ کر مرض کو اخذ کریں اور اس کے بعد بقیہ علامات نبض اور قارورہ سے تشخیص کر کے اندازہ لگائیں کہ آپ کس حد تک صحیح ہیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ ایک معالج مریض کو صرف دیکھنے کے ساتھ ہی اُس کے امراض کو بیان کر سکے گا۔

حصہ دوم

طبِّ علمی

❶ علم حفظانِ صحت

علم حفظانِ صحت ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے ہم اپنی صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں اور امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ علم کی تین صورتیں ہیں: (۱) جبلی (۲) اکتسابی (۳) وہبی۔

(1) جبلی علم

جبلی علم وہ علم ہے جو حکیم مطلق ہر جاندار کو جبلی طور پر عطا فرماتے ہیں۔ جیسے چوہا جب بلی کی آواز سنتا ہے تو ڈر کر بھاگ جاتا ہے اور اسی طرح بلی کتے کی شکل دیکھتے ہی راہِ فرار اختیار کر لیتی ہے۔ کیونکہ جبلی طور پر چوہا اور بلی ان کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح سبزی خور جانور پیدا ہونے کے بعد ہی اپنی غذا کے لئے سبزی کھانی شروع کر دیتے ہیں اور گوشت خور جانور بغیر گوشت کے کبھی رہ نہیں سکتے۔ وہ ہزار بھوکے ہوں مگر کبھی سبزی کھا کر پیٹ نہیں بھریں گے۔ ایسے ہی چرند پرند بعض دانے دنکے پر گزارہ کرتے ہیں اور بعض پرندوں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ قدرت نے انسان میں بھی اسی قسم کا ایک جبلی شعور پیدا کر دیا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد فوراً ماں کی چھاتیوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کو ماں کی گود میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ بڑے ہونے تک تمام عمر اس کو جبلی علم باخبر دیتا رہتا ہے کہ فلاں چیز مفید ہے اور فلاں مضر۔

(2) اکتسابی علم

اکتسابی علم وہ علم ہے جو انسان کو خالق دو جہاں نے تجربات و مشاہدات اور عقل کی روشنی سے عطا فرمایا ہے۔ یعنی جب وہ کسی چیز کو اپنے تجربات و مشاہدات کے بعد مفید یا مضر پاتا ہے۔ تو اس کو اختیار کرتا یا اس سے اجتناب برتتا ہے۔ اسی طرح جب اس کی عقل اُن چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہے مثلِ اُس نے مفید یا مضر چیزیں تجربہ و مشاہدہ کی ہوں تو اُن کو بھی وہ اپنے استعمال میں ضرورت کے مطابق لاتا یا پرہیز کرتا ہے۔

(3) وہبی

وہبی علم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ انسان کے ذہن میں ادراک کے ذریعے پیدا کر دیتے ہیں کہ فلاں چیز تمہارے لئے مفید ہے یا مضر۔ اس علم کو وجدانی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قوتِ واہمہ اس میں خاص طور پر کام کرتی ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ قوتِ وجدانی قوت واہمہ کی انتہائی

ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ یہ وہبی علم کبھی تو ضرورت کے مطابق عام انسانوں کو حاصل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اہل علم اور حکماء پر اس کا القاء وانکشاف اور فیضان خصوصی طور پر ہوتا رہتا ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس علم اور عقل کی روشنی میں پرکھتے رہتے ہیں اور جب وہ تجربہ ومشاہدہ میں اور عقلاً صحیح ثابت ہوتا ہے تو اس کو عوام کی خدمت کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ حکماء سے بھی بہت زیادہ اس علم کا القاء وانکشاف اور فیضان نبوت و رسالت پر ہوتا ہے۔ وہ اُس سے اس رنگت اور کائنات کی ہر چیز کے خواص وفوائد قدرت سے حاصل کرتے ہیں اور دُنیا کو مطلع کرتے ہیں کہ دُنیا ان سے مستفیض ہو۔

جاننا چاہئے کہ یہاں پر ہم جس علم سے بحث کریں گے وہ اکتسابی ہوگا۔ کیونکہ ہمارا حسّی اور وہبی علم بھی تجربات ومشاہدات اور نتائج کے بعد اکتسابی ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم اکتسابی اس علم کو کہیں گے جو ہمارے تجربات ومشاہدات اور عقل کی روشنی میں صحیح ثابت ہو۔ صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ ہم جب کبھی بھی تجربات ومشاہدات کے بعد نتیجہ دیکھیں تو وہی نکلنا چاہیے یا جب کبھی اس کے متعلق دلائل دیئے جائیں تو وہی نتائج برآمد ہوں اور اسی کو آج کل کی زبان میں سائنس کہتے ہیں۔

حرارت غریزی ورطوبت غریزی

علم حفظان صحت کا جہاں تک انسان کے جسم سے تعلق ہے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ انسان کے اعضائے جسم اور ان کے افعال کا پوری طرح علم ہو، یہ علم اُسی وقت شروع ہو جاتا ہے جب انسان کا نطفہ قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اگر اُس دوران میں بھی اُس نطفے کی نگرانی نہ کی جائے تو اس کے ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ جس چیز کی انسان کے حفظان صحت میں نگرانی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ اس کا مزاج طبیعت اور طاقت کا اعتدال ہے اور یہی چیز قرار نطفہ سے انسان کی موت تک مدِ نظر رہتی ہے۔ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ مزاج، طبیعت اور طاقت کیا شے ہے اور ان کی نگرانی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے اور صحت کے قیام کے لئے اس کا ذہن نشین کرنا سب سے پہلی بات ہے۔

جاننا چاہئے کہ نطفہ قرار پاتے وقت کرم منی، حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ نطفہ ایک جسم ہے جس کی پرورش رطوبت غریزی اور حرارت غریزی سے عمل میں آتی ہے، انہی دونوں چیزوں سے اس کو غذا ملتی ہے اور اُس میں نشوو ارتقاء اور تصفیہ کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اگر اعتدال سے اپنا عمل جاری رکھیں تو نطفہ صحت کے ساتھ نشوو ارتقاء کے مراحل طے کر لیتا ہے اور اگر ان کا توازن قائم نہ رہے تو نطفہ کے ضائع ہونے میں کوئی شبہ نہیں جس کی صورت یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بڑھ جائے تو دوسری کو فنا کر دے گا جس سے نطفے کی غذائیت یا تصفیہ و پرورش میں خلل واقع ہو جائے گا اور نطفہ ضائع ہو جائے گا۔ مثلاً اگر حرارت بڑھ جائے تو رطوبت کو جلا دے گی اور رطوبت کی زیادتی حرارت کو ختم کر دے گی۔ اسی توازن سے جسم انسان زندہ رہتا ہے اور اگر اس میں نمایاں فرق واقع ہو جائے تو انسان کی صحت نہ صرف خراب بلکہ بعض اوقات تباہ ہو جاتی ہے۔

بدل ما یتحلل

نطفے کی حرارت ورطوبت اس قدر قلیل ہوتی ہیں کہ انہی سے انسان کے جسم کا کم وبیش ساٹھ ستر سال تک زندہ رہنا محال ہے، اس لئے قدرت نے ان دونوں کے قیام، تقویت اور امداد کے لئے بیرونی طور پر بھی رطوبت وحرارت کا انتظام کر دیا ہے جو اُس حرارت غریزی کا معاون ہوتا ہے اور اس تھوڑی بہت حرارت ورطوبت غریزی کو جو نطفہ قرار پانے کے بعد خرچ ہونا شروع ہو جاتی ہے، پورا کرتا رہتا ہے اور انسان کی ضرورت کو

پورا کرتا رہتا ہے۔ اس رطوبت اور حرارت کو جو انسان کی ضروریات کو پورا کرتی رہتی ہے "بدل ما یتحلل" کہتے ہیں۔
سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدل ما یتحلل حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی کمی کو پورا کرتا ہے یا خود دماغ پر خرچ ہو کر ان دونوں کا قائمقام بن جاتا ہے۔

اعتراض:

یہاں پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر بدل ما یتحلل خود حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی کمی کو پورا کرتا رہتا ہے، یعنی خود حرارت و رطوبت غریزی بن جاتا ہے تو پھر حرارت غریزی اور رطوبت غریزی جن کو حرارتِ اصلی اور رطوبت اصلیہ بھی کہتے ہیں اور جن سے اعضائے اصلیہ تیار ہوتے ہیں، اُن کی کوئی ہستی نہ رہی، کیونکہ ہم ان کو مصنوعی طور پر تیار کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ حرارت اور رطوبت جو ان کو بدل ما یتحلل بنتی ہے وہی کام انجام دے سکتی ہے جو حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کا انجام دیتی ہے تو پھر بڑھاپا کیوں آتا ہے؟ اور موت کیوں واقع ہوتی ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ حرارت غریزی اور یہ رطوبت غریزی کا بدل ما یتحلل نہیں بن سکتا۔ جو رطوبت اور حرارت بدل ما یتحلل کے طور پر خرچ ہوتی ہے، وہ صرف ایک ضرورت ہے جو پوری کی جاتی ہے اور اس سے رطوبت و حرارت غریزی کی مدد کی جاتی ہے۔ تا کہ وہ جلدی تحلیل ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ اس کی مثال ایک چراغ کی ہے جس کی روشنی، بتی اور تیل تینوں بیک وقت کام کرتی ہیں۔ چراغ کی روشنی حرارت غریزی میں رطوبت غریزی اور تیل بدل ما یتحلل ہے۔ یہ بدل ما یتحلل جہاں ایک طرف چراغ کی روشنی کو قائم رکھتا ہے، وہاں دوسری طرف اس کی بتی کو بھی جلنے نہیں دیتا۔
صحت کی حفاظت کے لئے یہ ضروری ہے کہ حرارت غریزی چراغ کی روشنی کی طرح اعتدال سے جلتی رہے اور اس کی رطوبت غریزی بھی ایک دم فنا نہ ہو جائے۔ یہ وہ اعتدال ہے جو دونوں میں قائم رکھا جاتا ہے، اگر رطوبات بڑھ جائیں تو حرارت کا ختم ہونا اغلب ہے اور رطوبات کی زیادتی سے رطوبت کا جل جانا لازمی ہے۔

خون

نطفہ جب تک علقہ نہیں بنتا، اس وقت تک وہ اپنی غذا اپنے اندر کی رطوبت سے حاصل کرتا ہے اور جب علقہ بن جاتا ہے، اس کا تعلق رحم سے پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی غذا ماں کے رس سے حاصل کرتا ہے۔ پیدائش کے بعد اس کو اوّل یہ غذا ماں کے دودھ سے اور پھر دُنیاوی اغذیہ اور اشربہ سے حاصل ہوتی رہتی ہے۔ جن سے اس کا بدل ما یتحلل پورا ہوتا رہتا ہے۔
ان امور سے ثابت ہوا کہ طبیعت انسانی صحت کی حفاظت تو کر سکتی ہے لیکن اس پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ انسان کا شباب برقرار رکھے یا اس کو ایک طویل عمر تک زندگی دے سکے۔ موت کا روک دینا تو اس کے بس کا بالکل روگ نہیں۔ کیونکہ نطفہ کے قرار پانے کے بعد حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کچھ نہ کچھ ضرور خرچ ہوتی رہتی ہے اور عمر کے ساتھ ساتھ ان میں ایک خاص قسم کی کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ جس طرح چراغ کے جلنے میں اس کی بتی کے تھوڑا تھوڑا جلنے کے ساتھ ساتھ وہ کم ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی صورت انسانی زندگی کی بھی ہے کہ وہ آخر میں حرارتِ غریزی اور رطوبت غریزی کے ختم ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ کے لئے شباب اور زندگی ناممکنات میں سے ہے۔
اطباء کے فرائض صرف حفظان صحت کے اصولوں کا ذہن نشین کرانا ہے تا کہ صحت قائم رہے۔ البتہ جب مرض پیدا ہو جائے تو اُس کو

صحت کی طرف لوٹانا بھی انہی کا کام ہے۔ صحت کے قیام کے لئے اہم چیز حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی پوری نگرانی اور ان کے بدل ما یتحلل کو صحیح طریقوں پر پورا کرنا ہے اور یہ کوشش بھی جاری رہے کہ رطوبات اصلیہ میں کوئی فساد یا تعفن پیدا نہ ہونے دے۔ اگر وہ اپنے ان مقاصد میں کامیاب رہا تو انسان اپنی طبعی عمر کو پہنچے گا اور اُس کی قوت اور صحت ایک صحیح حالت پر قائم رہے گی۔

موت

موت دو قسم کی ہے: (۱) طبعی (۲) غیر طبعی۔ **طبعی** وہ موت ہے جو حرارت و رطوبت غریزی کے پورے طور پر خرچ ہونے کے بعد واقع ہو۔ جس کے متعلق اطباء کا خیال ہے کہ وہ سو سال سے ڈیڑھ سو سال تک ہونی چاہئے۔ کیونکہ اِن کا اندازہ ہے کہ انسان پچیس تیس سال تک اپنی جوانی کو پہنچتا ہے اور اس کو اس کے بعد پانچ گنا عرصے تک زندہ رہنا چاہئے۔ اور اگر اس کے دوران میں وہ کسی مرض کا شکار ہو جاتا ہے، یا ڈوب جاتا ہے یا پھانسی لگ جاتا ہے یا گر کر مر جاتا ہے، وغیرہ تو یہ اُس کی غیر طبعی موت ہوگی۔

حفظانِ صحت کے اہم عناصر

حفظانِ صحت کے اہم عناصر حسب ذیل تین ہیں۔

① صحت کے قیام کے لئے بدل ما یتحلل کی جو ضرورت ہے وہ ایک مسلمہ امر ہے اور بدل ما یتحلل ہمیشہ اغذیہ واشربہ ہیں کہ ان کو اپنی ضرورت کے مطابق صحیح اصولوں پر استعمال کرے اور اُن سے بدل ما یتحلل حاصل کرے۔

② غذا کے بعد دوسری اہم چیز یہ ہے کہ انسان کے جسم میں غذا کھانے کے بعد فضلات اکٹھے ہوتے ہیں، ان کو باقاعدگی کے ساتھ اخراج کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اس کی صورت جسم کو اعتدال کے ساتھ حرکت دینے اور قوت لگانے سے عمل میں آتی ہے۔ جس میں ورزش بھی شریک ہے۔ کیونکہ سکون محض جسم میں فضلات کو روک دیتا ہے۔

③ انسان اپنی قوتوں کو ضروریات سے زیادہ خرچ ہونے سے بچاتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ جسمانی اور دماغی محنت اور حرکت سے یہ قوتیں ضائع ہونے لگتی ہیں۔

یہ تینوں باتیں اگر اعتدال پر قائم رہیں تو صحتِ انسانی کی حفاظت اچھے طریق پر ہو سکتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اسباب ستہ ضروریہ جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے، بہت حد تک کافی ہیں۔ لیکن بعض اہم باتوں کا ذکر مندرجہ بالا اصولوں کے متعلق کیا جاتا ہے جو صحت کے لئے بے حد مفید اور ضروری ہیں۔

(1) اغذیہ واشربہ

غذا کی مقدار میں اعتدال کو قائم رکھنا اور غذا کے استعمال کے بعد کچھ سکون کرنا ضروری ہے۔

یادداشت: غذا کھانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ بھوک شدت سے لگی ہو، بغیر بھوک کے کبھی غذا کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے۔ بھوک میں بھی اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ وہ دو قسم کی ہوتی ہے: (۱) صادق، (۲) کاذب۔ اشتہائے صادق کی علامات یہ ہیں کہ جسم میں فرحت ہوگی اور وہ ہلکا ہوگا اور گرم معلوم ہوگا۔ غذا کھاتے وقت لذت محسوس ہوگی۔ اشتہائے کاذب میں یہ باتیں نہیں ہوں گی بلکہ کمزوری محسوس ہوگی۔ دِل میں گھٹنے کی سی حالت پائی جائے گی اور کھانے میں بے دِلی سی قائم رہے گی۔ کھانے کے بعد جسم بے حد سست اور بوجھل رہے گا، بلکہ بعض اوقات حرکت کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ ہر غذا پہلی غذا کے ہضم ہونے کے بعد کھانی چاہئے۔ اگرچہ بھوک بھی کیوں نہ لگی ہو اور اشتہائے صادق کی تمام علامات پائی

جائیں۔ کیونکہ ہر غذا جو ہم کھاتے ہیں اُس کے ہضم ہونے میں کم سے کم چھ سات گھنٹے خرچ ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ غذا معدے اور چھوٹی آنتوں سے اُتر کر بڑی آنتوں میں چلی جاتی ہے۔ اگر چھ سات گھنٹے سے قبل کھالیا جائے تو طبیعت پہلی غذا کی طرف مصروف ہوتی ہے اور اگر اس کو ہضم کئے بغیر چھوڑ دے اور دوسری کی طرف مصروف ہو جائے تو پہلی غذا میں تعفن اور فساد پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر دوسری کی طرف توجہ نہ دے تو اس میں بھی تعفن وفساد پیدا ہونا ضروری ہے۔ ایک وقت میں مختلف غذاؤں کا اکٹھا کرنا درست نہیں۔

یادداشت: مختلف اغذیہ میں بعض لطیف اور بعض ثقیل ہوتی ہیں اور طبیعت لطیف اغذیہ کو جلدی ہضم کر لیتی ہے اور ثقیل اغذیہ دیر تک اندر پڑی رہتی ہیں۔ نیز بعض اغذیہ ایک دوسرے کی مخالف ہوتی ہیں۔ مثلاً مچھلی اور دودھ، ترشی اور دودھ، ستو اور دودھ، انگور اور ہرنی کا گوشت، انار اور ہریسہ، چاول اور سرکہ، ان کو ایک ساتھ اکٹھا کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اگر غذا مجرب ہو تو اس کے ساتھ نمکین یا چرپری چیزیں کھائی جائیں اور اسی طرح اس کے برعکس بہتر یہ ہے کہ ہمیشہ ایک ہی غذا نہ کھائی جائے بلکہ تبدیلی کے ساتھ کھائی جائے، بھوک کو روکنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے معدے کی طرف خراب مواد گرتے ہیں۔ غذا دن کے معتدل وقت میں کھانی چاہئے۔ موسم سرما میں دوپہر کے وقت اور موسم گرما میں صبح وشام کھانا مناسب ہے۔ کھانے سے مراد یہاں پیٹ بھر کر کھانا اور پورا کھانا مراد ہے۔

یادداشت: ایک ہی قسم کے کھانے بار بار کھانے سے اور ایک ہی ذائقہ بار بار استعمال کرنے سے جسم میں نقصان پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ترش غذاؤں کے بکثرت اور متواتر استعمال سے بڑھاپا جلد آ جاتا ہے۔ نزلہ زکام اکثر رہتا ہے۔ اعضاء میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نمکین چیزیں بدن کو لاغر اور دِل میں ضعف پیدا کرتی ہیں۔ میٹھی چیزیں بھوک کو ضعیف اور بدن کو گرم کرتی ہیں۔ ان کی مضرت کو ترش غذا سے اور ترش غذا کی مضرت کو میٹھی غذا سے دفع کرنا چاہئے۔ پھیکا اکثر کھانے سے بھوک جاتی رہتی ہے اور بدن میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی مضرت کو نمکین اور چرپری چیزوں کے استعمال سے دور کرنا چاہئے۔

مشروبات

مشروبات میں تین چیزیں خاص طور پر شریک ہیں: (۱) پانی (۲) دودھ (۳) شراب۔

پانی: پانی اکثر پیاس کے وقت پیا جاتا ہے اور یہ پیاس کھانے کے دوران میں بھی لگتی ہے اور بعد میں بھی اور بغیر کھانے کے بھی۔ پانی پینے کا وقت پیاس ہے، خواہ غذا کے ساتھ یا اُس کے بعد وغیرہ۔

یادداشت: جاننا چاہئے کہ پیاس دو قسم کی ہوتی ہے: (۱) صادق (۲) کاذب۔ صادق پیاس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ معدے میں پڑی ہوئی غذا کو رقیق بنائے اور اُس کو باریک شریانوں سے گزارنے کے لئے ذریعہ بنے۔ غذا کے دوران میں بھی جب پیاس لگتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اوّل معدے میں تیز اور سوزش پیدا کرنے والی اغذیہ کی بے چینی اور دوسری معدے میں انتہائی خشکی جو غذا کھانے کے ساتھ اکثر بڑھ جاتی ہے اور طبیعت اُس کو رقیق کرنے کے لئے پانی طلب کرتی ہے۔ پیاس کاذب کی پہچان یہ ہے کہ اگر پیٹ بھر کر تسلی کے ساتھ بھی پانی پی لیا جائے اور پھر بھی پیاس نہ بجھے، اس کی وجہ عام طور پر شور بلغم یا لیسدار مواد کی معدے میں زیادتی ہوتی ہے۔ جس کو طبیعت رفع کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ٹھنڈا پانی پینے سے بلغم اور بھی جم جاتی اور مادۂ شور میں زیادتی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تخمہ اور ہیضہ میں بھی پیاس کی شدت ہوتی ہے جس کی وجہ غذا کا کچا ہونا اور معدے میں سوزش اور متعفن مواد کی موجودگی ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پانی کے لئے کچھ دیر توقف کیا جائے اور اگر توقف ممکن نہ ہو تو گرم پانی تھوڑا تھوڑا دیا جائے یا بغیر دودھ کی چائے دی جائے۔ مرض میں شدت ہو تو مناسب علاج کیا جائے۔ بعض دفعہ دماغی اور اعصابی سوزش میں

بھی شدید پیاس لگتی ہے۔اس کا بھی مناسب علاج کیا جائے۔بعض اوقات ترمیوں کے استعمال سخت ورزش اور محنت،حمام اور جماع کے بعد جب پیاس لگے تو پانی سے روکنا چاہئے۔جہاں تک ممکن ہو نہار منہ پانی نہیں پینا چاہئے۔

دودھ: دودھ غذا میں شامل ہے اور اس کو غذا کے طور پر یا غذا کے ہمراہ استعمال کرنا چاہیے۔یہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس کو پانی کے طور پر اور بغیر غذا کے استعمال کیا جائے۔دودھ استعمال کرنے کا بہترین وقت صبح کا ناشتہ ہے۔ناشتے کے ہمراہ اس کو استعمال کرنے سے صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔دودھ ہمیشہ نیم گرم ہو اور اس کو ہلکا شیریں بھی کر لینا چاہیے۔اسی طرح بعض لوگ دودھ میں پانی ملا کر اس کی لسی بھی پیاس کے وقت پیتے ہیں۔اس کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے اثرات اپنے اندر دودھ کی غذائیت کے ہیں۔البتہ اس میں برودت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے اکثر استعمال سے معدہ ٹھنڈا اور سوئے مزاج بارد کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔اول تو اس کا استعمال ہی نہیں کرنا چاہیے لیکن جب استعمال کیا جائے تو غذا اور اس کے درمیان کافی وقفہ ہونا چاہیے۔

دھی کی لسی: دہی کی لسی بھی غذا میں شریک ہے اور اس کو بھی ہمیشہ غذا کے مقام یا اس کے ہمراہ استعمال کرنا چاہیے۔اس کے بکثرت استعمال سے حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے اور نفخ شکم کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔اس کا استعمال دوپہر کو غذا کے ہمراہ کرنا چاہیے۔

شراب: شراب کا استعمال بغیر طبیب کی مرضی کے کبھی نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ اس میں نقصان بہت زیادہ اور فوائد بہت ہی کم ہیں۔اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے استعمال سے خواہشات نفسانی بھڑک اٹھتی ہیں جو کسی صورت بھی نہیں بجھتی ہیں۔جس سے طبیعت انتہائی منقبض ہو کر دل کے لیے بے حد نقصان کا باعث ہوتی ہے۔جہاں تک اس کے فوائد کا تعلق ہے اس کو اکثر اعتدال سے قلیل مقدار میں ضرورت کے مطابق طبیب حاذق کے مشورے سے استعمال کیا جائے تو تمام جسم کے اعضا میں نشو و ارتقا اور قوت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی گندے فضلات کو چھانٹ دیتی ہے اور جسم میں صالح ہو کر جذب کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے لیکن ان فوائد کے ساتھ ساتھ جب اس کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں تو انہی چیزوں کے لیے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہے۔اس کے اثرات بڑھنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کو ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد خواہ وہ دوا کے طور پر ہی کیوں نہ کیا جائے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔گویا یہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ایسی عادت بن جاتی ہے جس کا چھوڑنا تقریباً ناممکن ہے۔اس کو چھوڑنا بھی بجائے فوائد کے باعث صد نقصان ہے۔

(2) حرکت و عمل

حرکت و عمل میں تین چیزیں اہم ہیں:(۱) ورزش (۲) مالش (۳) حمام۔

یادداشت: جاننا چاہئے کہ یہ تین چیزیں اس لئے اہم ہیں کہ جسم انسان پر ان کے اثرات سے فضلات اندر نہیں رُکتے اور اخراج پا جاتے ہیں۔ان کی ضرورت اس لئے اور بھی زیادہ ہے کہ دُنیا میں کوئی غذا بھی ایسی نہیں جس کا فضلہ نہ بنے اور اسی طرح کوئی دوا بھی ایسی نہیں جو ان فضلات کو پوری طرح جسم سے خارج کر دے اور اس کا نقصان طبعیت کو نہ پہنچے۔اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ جسم کو حرکت و عمل کی عادت ڈالی جائے۔اس میں ورزش ایک ایسی چیز ہے جس میں بغیر کسی اور تدبیر اور خرچ کے انسان اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔مگر مالش اور حمام میں ایک خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔بہر حال ضرورت کے وقت ان کا استعمال لازمی اور مفید ہے۔کیونکہ اگر یہ فضلات جسم کے اندر چھوڑ دیئے جائیں تو اکٹھے ہو کر تین قسم کا نقصان پیدا کرتے ہیں: ① ان میں تعفن پیدا ہو کر جسم کی رطوبات برباد ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ② رطوبات کی زیادتی حرارت غریزی کو ضائع کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ③ مادے کی رکاوٹ رگوں یا آنتوں میں سدے پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ان فضلات کا اخراج جس احسن طریقہ پر ورزش، مالش اور حمام سے ہوسکتا ہے۔وہ کسی اور دوا و تدبیر سے ممکن نہیں۔اس کے علاوہ ورزش،

مالش اور حمام کے بعد جسم اکثر ہلکا اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ بھوک بڑھ جاتی ہے۔ جسم مضبوط ہونا شروع ہو جاتا ہے اور روز بروز زیادہ طاقت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

(i) ورزش: ورزش ایک ایسی حرکت ارادیہ ہے جس میں بڑے بڑے سانس لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ورزش مادی امراض کو رفع کرتی ہے۔ حرارت غریزیہ کو برانگیختہ کرتی ہے۔ جوڑوں کو سخت بناتی، فضلات کو تحلیل کرتی اور مسامات کو کھولتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ① وہ جو تمام جسم کے لئے عام ہو یعنی اس کا اثر تمام بدن پر پڑے، مثلاً دوڑنا، سیر کرنا، گھوڑا دوڑانا، کشتی کھینچنا، کشتی لڑنا وغیرہ۔ ② وہ جو صرف بعض اعضاء کے ساتھ مخصوص ہوں مثلاً اونچی آواز سے پڑھنا جس سے سر و سینہ اور آلات تنفس سے فضلات پاک اور غذا کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔ بھاری پتھر اُٹھانا، سخت کمان کا کھینچنا، گیند بلا کھیلنا، ان سے دونوں ہاتھوں، گردن، سینہ دونوں شانوں اور پشت کا تنقیہ ہوتا ہے۔ تیز چلنا بھی خاص ورزش ہے، اس سے دونوں سرین، دونوں رانوں اور دونوں پنڈلیوں کا تنقیہ ہوتا ہے۔

یادداشت: ورزش کا وقت وہ ہوتا ہے جب بدن خلطی فضلات اور براز سے پاک ہو اور غذا ہضم ہو چکی ہو۔ اس کے لئے بہتر وقت صبح یا تیسرا پہر ہے۔ ورزش عام طور پر معتدل ہونی چاہئے۔ زیادہ شدید قسم کی ورزش بعض اوقات نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ معتدل ورزش میں تھکن کم ہوتی ہے، دورانِ خون جلد کی طرف آ کر اس کو سرخ کر دیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اور ہلکا پسینہ آتا ہے۔ جب پسینے میں شدت اور جسم میں تھکن کی زیادتی محسوس ہو تو فوراً ورزش چھوڑ دینی چاہئے۔ بعض ورزشیں جسمانی اثر کے ساتھ روحانی اثرات بھی رکھتی ہیں۔ مثلاً مقابلے کی دوڑ، گھوڑ دوڑ، گیند بلا وغیرہ جن میں ورزش کے ساتھ جیتنے ہارنے کی مسرت اور افسوس بھی شامل ہوتا ہے۔ جس سے نفس میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

بعض ورزشوں کے فوائد: کشتی کی سیر اخلاط میں تحریک و ہیجان پیدا کرتی ہے اور اس سے جذام و استسقاء اور سکتہ کو بھی اکثر فائدہ ہو جاتا ہے۔ رات کے وقت کشتی کی سیر مقوی قلب ہے، لیکن اس میں چاند کی تیز روشنی لازمی ہے۔ تیرنے سے معدہ بہت زیادہ مقوی ہو جاتا ہے۔ تیز تیز چلنا گردوں کو صاف کرتا اور ضعفِ جگر میں بہت مفید ہے۔ باغات کی سیر باعث فرحت قلب اور دماغ میں سرور لاتی ہے۔ شدید قسم کی ورزشیں جیسے کشتی کھیلنا، پتھر اٹھانا جسم سے بلغم کو خارج کرتا ہے۔

(ii) مالش: مالش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے جسم کو تیل یا بغیر تیل کے ملے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں مثلاً صلب جو اعضاء کو مضبوط بناتی ہے۔ لیّن جو ڈھیلا کرتی ہے۔ کثیر جو متواتر کی جائے یہ اعضاء کو دُبلا کرتی ہے۔ معتدل یہ موٹا کرتی ہے۔ کھردری (جو کھردرے کپڑے یا ہاتھ سے کی جائے) یہ خون کو ظاہر بدن کی طرف جذب کرتی ہے اور نرم مالش جو نرم ہتھیلی یا نرم کپڑے سے کی جائے، خون کو بند کرتی ہے یعنی اس عضو کی طرف کھینچ کر وہاں جمع کر دیتی ہے۔

یادداشت: مالش کا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں قوت کے ساتھ شروع کی جائے اور پھر آہستہ آہستہ نرم کر دی جائے۔ اگر تیل لگانا ہو تو شروع میں ہی لگا لیا جائے۔

(iii) حمام: حمام سے مراد بند کمرے میں گرم پانی یا گرم بخارات سے غسل کرنا ہے یا اس میں اس وقت تک ٹھہرنا ہے کہ جس سے جسم کے فضلات پسینہ کے ذریعہ اخراج پا جائیں۔ حمام کے اندر سرد پانی سے غسل کرنے کو حمام نہیں کہتے بلکہ حمام میں گرم پانی یا گرم بخارات کا استعمال لازمی ہے۔

حمام کے تین کمرے ہونے چاہئیں۔ پہلا کمرہ معتدل، دوسرا گرم تر اور تیسرا گرم خشک اور ہر کمرے میں اس کے مطابق ہی ہوا استعمال کی جائے۔ گرم کمرے میں معتدل پانی یا معتدل کمرے میں بہت تیز گرم پانی نہ استعمال کیا جائے۔ کیونکہ یہ پھریری پیدا کرتا ہے۔ اچھا حمام وہ ہے

جو عرصہ دراز کا بنا ہوا ہو، اس کے کمروں کی فضا کشادہ اور ہوا پاک صاف ہو۔ پانی شیریں ہو اور اُس میں اس قسم کا ایندھن نہ جلایا جائے جس میں کی خاص قسم کی بو وغیرہ پائی جائے۔ حمام کو بہت زیادہ گرم نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ وہ زیادہ تحلیل کا باعث ہوتا ہے اور اعضاء کو ڈھیلا بنا دیتا ہے۔ اور نہ ہی پانی ٹھنڈا ہونا چاہئے، کیونکہ وہ پسینہ نہیں لاتا۔ حمام کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ جسم پر پسینہ آ جائے اور ہلکی سی حرارت حاصل کر لے۔

حمام کا طریقہ و فوائد: نہار منہ حمام کرنا بدن کو خشک کرتا ہے۔ اور پیٹ بھرا ہونے کی حالت میں موٹا بناتا ہے اور غذا کو ظاہر بدن کی طرف جذب کرتا ہے۔ لیکن ایسا حمام سدّے پیدا کرتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ حمام نہ تو نہار منہ کیا جائے اور نہ سیر شکم ہونے کی حالت میں۔ حمام میں کسی چیز کے کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ہضم ہونے سے قبل ہی راستوں کے کشادہ ہونے کی وجہ سے دور سے اعضاء تک پہنچ جاتی ہے۔ حمام میں زیادہ دیر تک بیٹھنے سے ضعیف اعضاء کی طرف فضلات گرنے لگتے ہیں، جسم سست پڑ جاتا ہے، اعصاب کو ضرر پہنچتا ہے، حرارت غریزی تحلیل ہو جاتی ہے اور غذا کی خواہش اور قوت باہ ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ باتیں اور مضرتیں صرف حمام میں زیادہ عرصہ بیٹھنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ خود حمام بھی ان تمام مضرتوں کو پیدا کرتا ہے۔

یادداشت: جب تک جسم اعتدال پر نہ آ جائے اس وقت تک حمام کے پہلے کمرہ میں رہنا چاہئے۔ اور جب باہر نکلنے کا ارادہ ہو تو بدن کو خوب ڈھانپ لینا چاہئے، تاکہ ہوا نہ لگ جائے۔ جن لوگوں میں صفراء کی زیادتی ہو اُن کو گرم حمام نہیں کرنا چاہئے۔ عام طور پر خالی شکم (جب بھوک لگی ہوئی ہو) حمام کرنے سے لاغری اور خشکی پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ ریاضت کم کرتے ہیں، ان کو اکثر ایسا حمام کرنا چاہئے جس سے پسینہ آ جائے۔ آبِ سرد سے غسل کرنا بدن کو قوی کرتا ہے۔ مگر سردی کے وقت سرد پانی سے غسل نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور مریضوں کو سرد پانی کے غسل سے روکنا چاہئے۔

جسم و قوت کی کثرت تحلیل اور شدید محنت

اس کے ذیل میں تین صورتیں ہیں: (۱) جسمانی اور دماغی محنت (۲) جذبات کی زیادتی (۳) مباشرت۔

(1) جسمانی اور دماغی محنت: جسمانی اور دماغی محنت کی کثرت جسم میں بہت زیادہ تحلیل پیدا کرتی ہے جس کو بدل ما یتحلل پورا نہیں کر سکتا اور ضعف واقع ہو جاتا ہے۔ عام طور پر جسمانی محنت زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں چار گھنٹے اور پھر ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں کرنی چاہئے۔ جسمانی محنت کرنے والوں کے لئے لازمی ہے کہ غذا پیٹ بھر کر کھائیں اور اُس میں گوشت کی مقدار کافی ہونی چاہئے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں تین گھنٹے اور پھر ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ دماغی کام نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے زیادہ دماغی محنت اعصاب میں تحلیل اور اعضائے رئیسہ میں ضعف پیدا کرتی ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنی غذا میں غلہ کم اور دودھ، گھی، پھل اور میوہ جات کا استعمال بہت زیادہ کریں۔ گوشت کا استعمال ان کے دِل کے چاہنے کے مطابق کرنا چاہئے اور نہ چاہے تو نہ بھی کریں۔ البتہ مچھلی کا استعمال ان کے لئے بہت مفید ہے۔ جسمانی اور دماغی محنت کرنے والوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ کبھی کبھار اپنے کام سے چھٹی کریں اور وہ وقت تفریح میں خرچ کریں۔

(2) جذبات کی زیادتی: جذبات کی شدت نہ صرف جسم میں امراض پیدا کرتی ہے بلکہ جسم کو کثرت سے تحلیل کرتی ہے۔ زیادہ کثرت زیادہ تحلیل کا باعث ہے۔ زیادہ غصہ اور غم سے دِل میں تحلیل پیدا ہوتی ہے۔ غصے کی حالت میں فوراً ٹھنڈا پانی پینا چاہئے یا لیٹ جانا چاہئے۔ غم کی حالت میں مسرت کے قیام اور خدائے رحیم کی رحمت کا تصور ذہن میں تازہ کرنا چاہئے۔ خوف کی حالت میں اعصاب تحلیل ہوتے ہیں اور بعض

اوقات بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت میں خوف زدہ آدمی میں غصہ پیدا کرنا چاہئے، تاکہ خوف رفع ہو جائے۔ مسرت ولذت کے جذبات کی کثرت سے ضعفِ جگر پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات جگر اس قدر تحلیل ہو جاتا ہے کہ صحت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اعتدال سے زیادہ لذت ومسرت میں گرفتار نہیں رہنا چاہئے اور زیادہ قہقہے بھی نہیں مارنے چاہئیں، اس سے بھی اکثر جسم میں تحلیل کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

(3) مباشرت: مباشرت کی صورت میں ذیل کی باتوں پر شدت سے عمل کیا جائے۔

① خالی پیٹ مباشرت نہ کی جائے اور شکم سیری کی حالت میں بھی نقصان رساں ہے۔

② بیماری کی حالت میں مباشرت سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

③ جسم میں اگر کسی کیفیت کی زیادتی (گرمی، سردی، خشکی، تری) کا شدید احساس ہو تو اس وقت بھی مباشرت سے پرہیز کرنا چاہئے۔

④ غم، خوف اور غصہ کی حالت میں بھی اس سے دُور رہنا چاہئے۔

⑤ حیض اور نفاس کے ایام میں مباشرت سے بہت دور رہنا چاہئے۔

⑥ کم سن لڑکیوں سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اس سے عضو مخصوص میں تحلیل پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ کنواری لڑکیوں کے پاس جانا بھی یہی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

⑦ بڑھیا اور بدصورت عورتوں سے بھی مباشرت نہ کی جائے۔

⑧ اغلام بازی کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہئے، اس سے اعضائے رئیسہ میں بے حد ضعف اور خرابی واقع ہوتی ہے۔

⑨ کثرتِ جماع سے پرہیز کیا جائے، اس سے اعصاب کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور عام طور پر اس سے فالج، رعشہ اور تشنج کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور قلب وبینائی میں ضعف واقع ہو جاتا ہے۔

ذیل کی صورتوں میں مباشرت مفید ثابت ہوتی ہے اور صحت کو تقویت حاصل ہوتی ہے:

① جب اس کی شدید خواہش پیدا ہو یعنی بغیر کسی بیرونی تحریک کے شہوت کا غلبہ ہو۔

② مکمل تنہائی ہو، کیونکہ دوسرے کا خوف ضعفِ قلب پیدا کرتا ہے۔

③ جب جسم میں فرحت وانبساط اور ایک خاص قسم کا سرور پایا جائے۔

مباشرت سے پرہیز کرنے سے دورانِ سر، گرانی بدن، تاریکی چشم، ورمِ خصیہ اور ورم کنج ران جیسے تکلیف دہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں میں اختناق الرحم، دورانِ سر، ضعف قلب اور اکثر غشی کے دورے شروع ہو جاتے ہیں۔

ذیل کی چیزیں شہوت کو بڑھانے والی ہیں: (۱) پیڑو کے بالوں کو مونڈنا (۲) لذیذ اغذیہ کا استعمال (۳) عشق ومحبت کے قصے اور افسانے پڑھنا (۴) سریلی آوازوں اور نغموں کا سننا (۵) رقص وسرود کا دیکھنا وغیرہ۔

یادداشت: مباشرت کے روز نہانا دھونا، خوشبو لگانا، عمدہ کپڑے پہننا ضروری ہے۔ متعفن اور گندے مقام سے دور رہنا چاہئے، مباشرت کی تمام شکلوں میں بدترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر آئے، اس طرح مرد کے اعصاب اور اعضائے مخصوصہ میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ مرد اوپر ہو۔ مباشرت سے قبل پہلے آپس میں خوشی ومسرت کی باتیں کرنی چاہئیں اور جسم کے مخصوص حصوں میں مساس کرنا چاہئے اور جب تک جسم میں جوش اور لذت کی شدت پیدا نہ ہو اس وقت تک مباشرت نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے میاں بیوی دونوں کے انزال میں سہولت ہوتی ہے اور دونوں کا انزال ضروری ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو اعضائے رئیسہ میں نقصان واقع ہوتا ہے اور اوپر ذکر کردہ خراب امراض پیدا ہو جاتے

ہیں۔مباشرت اگر ضرورت کے مطابق کی جائے تو اس سے جسم ہلکا پھلکا محسوس ہوتا ہے، تھکن دور ہو جاتی ہے، اس کے بعد بہت اچھی تسلی بخش نیند آتی ہے۔ بھوک بڑھ جاتی ہے اور جسمانی و دماغی محنت کرنے کو جی چاہتا ہے اور اگر اس کے بعد تھکن، سستی اور کمزوری واقع ہو تو یہ جان لیں کہ مواصلت ضرورت کے مطابق نہیں کی جارہی بلکہ لذت و شوق کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ یہ صورت نقصان رساں ہے اور اس سے ضعف اعضائے رئیسہ پیدا ہوتا اور بڑھاپا جلد آتا ہے۔

مباشرت کے بعد تھوڑی دیر سونا لازمی ہے۔ بعض لوگ اس کے بعد دودھ، حلوہ یا کوئی اور مقوی غذا یا دوا استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں تاکہ مواصلت کا بدل ما یتحلل ہو جائے، لیکن یہ عادت بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اُس وقت دورانِ خون میں تیزی ہوتی ہے اور وہ دور دور سے اپنے فضلات کا اخراج کر رہا ہوتا ہے اور ایسے وقت پر کھانے سے اُن کا ایک طرف اخراج رُک جاتا ہے اور دوسری طرف طبیعت نئی کھائی ہوئی چیز کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دیتی اور اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ کم از کم گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جب بدن اعتدال پر آ جائے، تو اوّل غسل کیا جائے اور بعد میں کچھ کھایا جائے۔ اور اگر ایسی عادت پڑ گئی ہو تو ایسے موقع پر جو چیز مفید ہو سکتی ہے وہ پان ہے اور اگر خوشبودار ہو تو اور زیادہ بہتر ہے۔

عورتوں کو ایام حمل اور زمانۂ رضاعت میں جب تک بچہ دودھ نہ چھوڑ دے، مباشرت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے بچے کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور اس کو اکثر اسہال، پیچش اور بخار کی شکایت رہتی ہے اور بعض اوقات دق الاطفال اور ام الصبیان جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جس سے بچہ سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے۔ بچہ کو دو سال تک دودھ پلانا ضروری ہے۔

تندرست آدمی کو محض شوق کی خاطر مقوی باہ یا ممسک ادویہ کا استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کن اعضاء کے لئے مفید ہے اور اکثر اوقات کسی عضو کو زیادہ تیز کرنے سے بھی اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح طلاء وغیرہ کا استعمال بھی بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہے۔ یہ سب چیزیں مریضوں کے لئے ہونی چاہئیں۔

تاکید: بعض لوگ حمل کی روک تھام کے لئے ایسی صورتیں عمل میں لاتے ہیں جس سے قرارِ حمل میں رکاوٹ ہو، مثلاً عزل (انزال کے وقت عضو مخصوص کو باہر نکال دینا)، عضو مخصوص پر باریک کپڑا یا ربڑ کی تھیلی (فرنچ لیدر) یا عورتوں کے جسم میں مواصلت کے بعد ایسی ادویات کا رکھنا جن سے نطفہ ضائع ہو جائے، یہ ساری صورتیں مرد و عورت دونوں کے لئے مضرت رساں ہیں۔ ان سے دِل و دماغ، دونوں پر بُرا اثر پڑتا ہے اور منی کے صحیح طور پر خارج نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مردوں کو جنون، مالیخولیا اور دورانِ سر کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور عورت میں اختناق الرحم اور سیلان وغیرہ کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسقاطِ حمل بھی عورتوں کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے۔ ایک اسقاط دس بچوں کی پیدائش کے برابر اثرات رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے عورت کی صحت پر برا اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کے لئے توانائی کا اثر رکھتا ہے۔ ہر بچہ جو پیٹ میں پرورش و نشو و نما پاتا ہے، اور اس میں زندگی کے نئے آثار پیدا ہوتے ہیں، تو اس کی اس نمو کا اثر ماں پر بھی پڑتا ہے اور اس میں نئی زندگی اور حرارت پیدا کر دیتا ہے۔

تدابیر موسم

موسم بھی انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے غیر معمولی اثرات سے بچنے کی تدابیر کرنی چاہئیں۔ خصوصاً ان لوگوں کو جن کے مزاج کے لئے تکلیف دہ ہوں، علاج کے دوران میں بھی موسم کا خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ بعض امراض بعض موسموں میں مشکل العلاج ہوتے ہیں۔ اور بعض موسموں میں تیز اور تند ادویہ استعمال نہیں کی جا سکتی۔ چند ضروری باتیں درج ذیل ہیں۔

① موسمِ بہار کے اوائل میں جلدی فصد اور اسہال کرایا جائے اور تمام گرم تر چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

② موسمِ گرما میں غذا شراب اور ورزش میں کمی کر دی جائے۔ سایہ میں بیٹھنا، جسم کو دھوپ سے بچانا، آرام و ستائش سے رہنا، گرمی بجھانے والی اشیاء کا استعمال اس موسم میں لازمی ہے۔ عادی لوگوں کو قے کرانے میں بھی تاخیر و تساہل نہ کریں۔

③ خزاں میں خشکی پیدا کرنے والی باتوں، جماع، سرد پانی، سرد مکان میں سونے، دوپہر کی دھوپ، صبح اور رات کی سردی، تر میوں کے کھانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ نیز اس کے اوائل میں استفراغ کیا جائے۔ تمام ایسی چیزیں کھائی جائیں جو کسی قدر تر اور گرم ہوں۔

④ موسمِ سرما میں فصد اور قے سے پرہیز لازمی ہے۔ مگر بقدر ضرورت اسہال کی اجازت ہے۔ اس موسم میں غذا کا بکثرت مگر بقدر ہضم استعمال کریں۔ کیونکہ اس موسم میں ہضم اچھا ہو جاتا ہے۔

یادداشت: حاملہ عورت کو فصد، سینگیاں، اسہال اور قے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اشد ضرورت کے وقت اجازت ہے۔ اسی طرح حمل کے دوران میں شدید خوف، غصہ، ہولناک آوازوں نیز تیز خوشبوؤں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

طبِّ عملی

❷ علم العلاج

طریقۂ علاج کا نام

طب یونانی میں جس طریق سے علاج کرتے ہیں، اس کا نام علاج بالضد ہے۔ یعنی ہر علامت، صورت اور کیفیت کا علاج اُس کی ضد ادویات کے ساتھ، مثلاً اگر اسہال اور قے آ رہے ہوں تو بند کر دیئے جائیں، درد اور ورم کی صورت ہو تو اُن کو دور کر دیا جائے اور اگر گرمی ہو تو سرد ادویات استعمال کرائی جائیں اور اگر سردی ہو تو گرم ادویہ کا استعمال کیا جائے، وغیرہ۔ مگر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ علاج بالمثل پر عمل درآمد کرنے والے معالجین بھی کامیابی سے علاج کر رہے ہیں اور اگر ان کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو خود ہمارے اطباء جو علاج بالضد کے قائل ہیں۔ بارہا علاج بالمثل کے اصول سے کام لیتے ہیں مثلاً قولنج کا علاج افیون سے کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں سرد ہیں۔ حمیٰ صفراوی کا علاج سقمونیا سے کرتے ہیں، حالانکہ صفراء اور سقمونیا دونوں گرم ہیں۔ اسی طرح بارہا قے کا علاج قے سے اور اسہال کا علاج اسہال سے کیا جاتا ہے۔ پھر ہم اس طریقہ علاج کو علاج بالضد کیوں کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں جاننا چاہئے کہ ہر طریقہ علاج عقل، تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ سردی گرمی سے دور ہو جاتی ہے اور گرمی سردی سے اس طرح ترشی کھاری پن سے ٹوٹ جاتی ہے اور کھاری پن ترشی سے رفع ہو جاتا ہے اور جسم کا ضعف طاقت ور ادویات سے دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارا روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ جو چیز ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کا یہ طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ دوسری کو توڑ کر اس کی جگہ لے لے اور اس جدوجہد میں جو غالب ہوتی ہے، اسی کا اثر ہوتا ہے، آگ پانی میں یہی قدرتی مشاہدہ نظر آتا ہے۔ عقلاً بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اگر گرم امراض میں گرم ادویہ واغذیہ، سرد امراض میں سرد اغذیہ وادویہ اور اسی طرح سرد اور تر امراض میں سرد اور تر اغذیہ و اشربہ استعمال کی جائیں تو مرض میں اضافہ ہوتا ہے نا کہ کمی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ہر علامت، صورت اور کیفیت کا بالضد علاج نہ کریں۔

رہا قولنج کا علاج افیون سے تو یہ دراصل قولنج کا علاج نہیں بلکہ قولنج کی حالت میں شدید قسم کے درد کو روکنے کی صورت ہے کیونکہ قولنج اُس سدّے کا نام ہے جو سردی کی وجہ سے آنتوں میں پھنس جاتا ہے اور یہ افیون سے کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ سدّے کے اخراج پر اتنا وقت صرف ہوتا ہے کہ اس وقت تک مریض درد کی شدت میں مبتلا رہنا برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے وقتی طور پر افیون کا استعمال کیا جاتا ہے وہ قولنج کا نہیں بلکہ درد کے احساس کا علاج ہے اور اس کا علاج افیون سے کرنا صحیح معنوں میں علاج بالضد ہے۔ اسی طرح حمیٰ صفراوی سقمونیا سے دور نہیں ہوتا بلکہ صفراء کی ضرورت کے مطابق کمی کی وجہ سے بخار کا قیام ہوتا ہے اور اس کمی کو سقمونیا کے استعمال سے پورا کیا جاتا ہے جس سے مادۂ صفراوی اخراج پا جاتا ہے، اسی لحاظ سے سقمونیا کا عمل بھی اس کا علاج بالضد ہے۔ ایسے ہی قے اور اسہال کا علاج قے اور اسہال سے بھی قے اور اسہال کا علاج

نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس قوت کا علاج ہوتا ہے جس کی کمی کی وجہ سے طبیعت قے اور اسہال کے ذریعہ فاسد مواد کو پوری طرح خارج نہیں کر سکتی۔ اس لئے قے اور اسہال کی کمی کو قے واسہال کی ادویات سے تیز کیا جاتا ہے، تاکہ موادِ فاسد کا اخراج ہو جائے اور اُس کے بعد اکثر خود ہی قے واسہال بند جاتے ہیں یا اُن کو بالضد ادویات سے بند کر دیا جاتا ہے۔

یادداشت: علاج بالمثل بھی دراصل علاج بالضد ہے، اس کی تفصیل ہماری کتاب ہومیو پیتھک ریسرچ میں ملاحظہ فرمائیں زیرِ طبع ہے۔

طریقۂ علاج: طب یونانی میں علاج تین صورتوں سے کیا جاتا ہے۔(۱) علاج بالتدبیر (۲) علاج بالدوا (۳) علاج بالید یا دستکاری۔

علم العلاج

علاج بالتدبیر — علاج بالدوا — علاج بالید

(1) **علاج بالتدبیر:** طریقہ علاج اسبابِ ستہ ضروریہ یعنی غذا پانی وغیرہ میں مناسب تصرف کرنے سے کیا جاتا ہے جس کا ذکر علم الاسباب میں ہو چکا ہے۔

یادداشت: اسبابِ ستہ ضروریہ کے ساتھ ساتھ کیفیات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے، یعنی گرم کیفیات کے مریضوں کی گرم کیفیات کو سرد ماحول اور سرد اغذیہ وادویہ اور دیگر تدابیر سے بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسی طرح سرد خشک اور تر کیفیات کے مریضوں کی کیفیات کو بدلنے کے لئے ان کے برعکس تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

(2) **علاج بالدوا:** علاج بالدوا میں ہر قسم کی ادویہ واغذیہ اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کرائی جاتی ہیں اور ان میں بالضد کا خیال مدنظر رکھا جاتا ہے۔

یادداشت: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جس ملک کا علاج ہو اس ملک کی ادویہ استعمال کرنی چاہئیں اور باہر سے نہ منگائی جائیں۔ یہ اعتراض بہت حد تک صحیح ہے، کیونکہ ہر ملک کی ادویات وہاں کے رہنے والوں کے زیادہ مناسب اور مزاج کے زیادہ قریب ہوتی ہیں، لیکن جو ادویہ اپنے ملک میں دستیاب نہ ہوں ان کو باہر سے منگوانا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن اُن ادویات کے مزاج، کیفیات اور خواص وفوائد سے پوری آگاہی ہونی چاہئے۔ اس وقت بھی طب یونانی میں بے شمار دوائیں ایسی ہیں جو غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں۔ جیسے سنا کی جو مکہ سے آتی ہے، اور دیگر اقسام سناء سے بہتر ہے۔ ثعلب مصری سے اور صبر ثقوطری جو ترکی کے علاقہ ثقوطر سے درآمد کی جاتی تھی۔

(3) **علاج بالید یا دستکاری:** اس صورت علاج میں اعضائے جسم کو ضرورت کے مطابق چیرنا پھاڑنا، جوڑوں کا درست کرنا اور بٹھانا، بعض امراض میں حصہ جسم میں داغنا، فصد وحجامت، امالہ مرض اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کا جوڑنا وغیرہ شامل ہیں۔

یادداشت: دوا سے علاج کرنے میں اس امر کو ضرور ملحوظ رکھیں کہ اگر کیفیات اور مزاج کے مطابق دوا کی بجائے صرف غذا یا غذائے دوا سے علاج ہو سکتا ہو تو زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ پھر اگر یہ ممکن نہ ہو، تو پہلے ہلکے مزاج کی ادویات سے علاج شروع کیا جائے اور مرض کی انتہائی اور شدید حالت میں تیز قسم کی شدید ادویات برتنی چاہئیں۔

علاجِ کلی

مندرجہ بالا طریقہ ہائے علاج کا ہم ذیل میں صرف اس قدر ذکر کریں گے جس سے ان کے کلی اصول بیان ہو جائیں، کیونکہ دوران علاج ذہن نشین نہ ہوں تو علاج صحیح طور پر نہیں ہوسکتا۔ علاج میں صرف یہ جاننا کافی نہیں ہوتا کہ فلاں مرض کی فلاں دوا ہے، بلکہ چند احکام بھی مدنظر رکھنے پڑتے ہیں۔ اور اُن کے تحت بعض اوقات ادویات میں کمی بیشی، کبھی غذا میں تغیر وتبدل، کہیں ماحول میں تبدیلی اور بعض وقت مریض کے نفسانی اور کیفیاتی اثرات کو دور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے صرف کسی مرض کی دوا استعمال کر دینا علاج کے لئے کافی نہیں بلکہ علاج کے امورِ کلی کو ذہن نشین کرنا بہت اہم ہے۔ بلکہ ہر مرض کے اصول کلی ذہن نشین رکھنے چاہئیں جن کا ذکر کچھ یہاں اور کچھ ''کتاب العلاج'' میں تفصیل سے بیان ہوگا۔

ذیل میں ہم علاج کے جن اصول کلی پر بحث کریں گے وہ یہ ہیں: (۱) احکامِ غذا (۲) احکامِ دوا (۳) احکامِ استفراغ (۴) احکامِ امالہ (۵) احکامِ فصد وحجامت۔

احکامِ غذا

غذا کے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ بغیر شدید بھوک کے مریض کو غذا بالکل نہ دیں اور جب وہ بھوک سے غذا کے لئے اصرار کرے تو اوّل اس کو لطیف اغذیہ مثلاً دودھ کا پانی، پھلوں کا رس، چائے کا پانی یا چائے، رقیق شوربا، انڈے کی سفیدی یا انڈے کی زردی کا شوربا وغیرہ استعمال کرائیں اور جب ان کے بار بار کھانے سے بھی بھوک رفع نہ ہو تو انہی لطیف اغذیہ میں گھی کا اضافہ کر دیں۔ مثلاً دودھ یا گھی ملا ہوا دودھ یا گھی والی چائے اور شوربے میں گھی وغیرہ اور اگر اس کے بعد بھی مریض بھوک کی شکایت کرے تو دلیا، چاول، خشکہ، ڈبل روٹی اور چپاتی کا چھلکا وغیرہ دیں۔ مگر جس ترکاری کے ساتھ ان کا استعمال کرائیں اُن میں گھی بہت زیادہ ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ غذا کا وقفہ کم از کم چھ گھنٹے ضرور ہونا چاہئے۔ تاکہ طبیب کو تسلی ہو جائے کہ پہلے کھائی ہوئی غذا ضرور ہضم ہو گئی ہے۔

یادداشت: یاد رہے کہ غذا کو ہضم کرنے کے لئے حرارت کی ضرورت ہے اور جسم میں حرارت کی کمی کے وقت جو غذا مریض یا تندرست آدمی کھاتا ہے، وہ ہضم نہ ہونے کی صورت میں اندر متعفن ہو کر باعث فساد ہوتی ہے۔ اس لئے اگر جسم میں حرارت کی کمی ہو تو ثقیل اغذیہ، مثلاً چپاتی، نیم سخت گوشت اور روغنی اغذیہ بند کر دینا چاہئیں اور جب غذا پوری طرح ہضم ہو تو پھر تھوڑا تھوڑا کر کے غذا شروع کرائیں۔ مریض کا بغیر حرارتِ جسم کے غذا کا استعمال کرنا ایک قسم کا جرم ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی مدِ نظر رکھنا چاہئے، بغیر ضرورت ٹھنڈی اغذیہ واشربہ مثلاً شربت، لسی وغیرہ سے پرہیز کرانا چاہئے، اور اسی طرح بغیر ضرورت مسہلات اور مدارات کا استعمال بھی منع ہے۔ کیونکہ ان سے جسم کی حرارت کم ہو جاتی ہے۔ غذا میں ذیل کے احکام کو خاص طور پر مدِ نظر رکھیں۔

① حرارت کے وقت مریض کو غذا سے روک دینا چاہئے۔ مثلاً جب جسم میں امتلاء زیادہ ہو، کیونکہ اُس وقت طبیعت مواد کو رفع کر رہی ہوتی ہے اور جسم میں اکثر تعفن ہوتا ہے، ایسی حالت میں غذا بھی متعفن ہو کر باعثِ نقصان ہوتی ہے۔ اسی طرح جب مرض رفع ہو رہا ہو، کیونکہ اس وقت جسم مرض کو رفع کر رہا ہوتا ہے اور غذا کی زیادتی سے طبیعت اُسے چھوڑ کر غذا کی طرف متوجہ ہو جائے گی اور مرض رُک جائے گا یا دوبارہ شدت اختیار کرلے گا۔ باری کے بخاروں میں باری کے اوقات پر اُس دِن غذا بند رکھنی چاہئے۔ اور جب تک باری گزر نہ جائے۔

غذا نہ دینی چاہیے۔

(۲) جب مریض کو بھوک زیادہ تنگ کرے اور وہ بار بار اس کی شکایت کرے تو اس کو اس قسم کی غذا دینی چاہیے جس میں مقدار کی زیادتی مگر تغذیہ میں کمی ہو۔ مثلاً سبزیوں کا استعمال بغیر دودھ کے چائے اور چاول وغیرہ اور اگر اس کے بعد بھی بھوک کی زیادتی رہے تو ان اغذیہ کے ساتھ گھی کی مقدار بڑھا دینی چاہیے لیکن کوشش کی جائے کہ اُس کی غذا میں نشاستہ دار اغذیہ نہ ہوں یا بہت کم ہوں۔ یاد رہے کہ بھوک کی زیادتی اکثر معدے کی سوزش یا خشکی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

(۳) بعض اوقات مریض کی بھوک بالکل بند ہوتی ہے اور وہ نقاہت محسوس کرتا ہے۔ ایسی حالت میں قلیل مقدار میں مقوی اور زود ہضم اغذیہ استعمال کرائی جائیں جیسے شوربا یا انڈے کی زردی وغیرہ۔ ان سے طاقت بھی بحال رہے گی اور ہاضمہ پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ بھوک کی کمی بعض وقت معدے میں رطوبات اور بلغم کی زیادتی سے ہوتی ہے، اور کبھی ضعفِ جگر سے پیدا ہوتی ہے۔

(۴) جب بدن میں ضعف کے ساتھ رطوبات کی زیادتی ہو تو غذا مقدار اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے کم کرا دی جائے۔

(۵) جب جسم میں غذا کو ہضم کرنے کی استعداد زیادہ ہو جائے اور طبیعت صحت کی طرف راغب ہو تو غذا مقدار اور کیفیت دونوں میں بڑھا دی جائے۔

(۶) جب آنتوں اور جگر میں خرابی ہو تو ایسی غذا استعمال کرائی جائے جو معدے میں ہی ہضم ہو جائے۔ جیسے نشاستہ دار اور لحمی اغذیہ۔

(۷) اسی طرح جب معدے میں خرابی ہو تو ایسی غذائیں استعمال کرائی جائیں جن میں معدے کو زیادہ تکلیف نہ کرنی پڑے اور وہ جگر اور آنتوں میں ہضم ہو جائیں۔ جیسے روغنی اغذیہ۔

(۸) جس وقت جسم میں سُدّوں کا احتمال ہو تو اُس وقت ہر غذا کے ساتھ روغنی اشیاء کا اضافہ کر دیا جائے، جیسے گھی، دودھ اور بادام وغیرہ۔

(۹) جب تک جسم کے اندر مواد ہو تو اس وقت تک غذا خصوصاً مقوی اغذیہ کا استعمال بند رکھنا چاہیے۔ جب فضلات کا اخراج ہو جائے اور اعضاء میں غذا کی طلب کی استعداد پیدا ہو جائے تو اس وقت مقوی اغذیہ کو شروع کرایا جائے۔ لیکن اگر ضعف کا خطرہ ہو تو مقوی اغذیہ قلیل مقدار میں استعمال کرائی جائیں۔

(۱۰) گردوں کے امراض میں محلول اغذیہ مثلاً دودھ چائے اور پھلوں کا رس استعمال کرائے جائیں۔ آنتوں کے امراض میں اور خصوصاً جب پیچش ہو غذا میں بندش کر دینا چاہیے یا صرف دودھ کا پانی اور انڈے کی سفیدی استعمال کرائی جائے۔ اسی طرح نزلے کی حالت میں غذا بالکل روک دی جائے۔ اور اگر مریض اصرار کرے تو خشک اغذیہ مثلاً چنے، مکئی اور باجرہ کی روٹی اور یہ پسند نہ کرے تو صرف گندم کی روٹی بغیر ترکاری کے دی جائے۔ بخار کی حالت میں غذا بالکل بند کر دینا چاہیے اور مریض اصرار کرے تو صرف پھلوں کا رس استعمال کرائیں، قبض کے مریضوں کو عام طور پر زیادہ مقدار میں غذا استعمال کی جائے لیکن اُس کے ساتھ روغنی اغذیہ کی مقدار نمبر ۳ کی مقدار سے زیادہ ہونی چاہیے۔

احکامِ دوا

دوا سے علاج کے دوران میں مندرجہ ذیل امور کی رعایت کرنی چاہیے۔

(1) مزاج مریض: (۱) مرض کی نوعیت کہ آیا مرض گرم ہے یا سرد۔ (۲) مرض کا سبب، بادی سابق یا شرکی ہے۔ (۳) مریض کی قوت وضعف۔ (۴) مریض کا نیا مزاج جو مرض کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ (۵) مزاج طبعی یعنی مریض کا اصل مزاج جو صحت کی حالت میں ہوتا ہے۔ (۶) عمر۔

(۷) عادات مثلاً مریض مسہلات، مقویات و فصد وغیرہ کا عادی ہے یا نہیں۔ (۸) مقام، جس مقام پر مریض رہتا ہے وہ گرم ہے یا سرد۔ (۹) موجودہ موسم۔ (۱۰) ہوا کی کیفیت۔

(2) دوا کی کیفیت: دوا استعمال کرنے سے قبل اس کا تعین اور اختیار کرنا ضروری ہے جو مریض کے مزاج کے مطابق ہو اور اس میں ذیل کی باتوں کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔

① کیفیتِ مرض، مرض کی کیفیات میں شدت ہو تو ادویات بھی اتنی ہی طاقت کی استعمال کرنا چاہئیں۔

② جسم کا مزاج، مثلاً گرم مزاج شخص کو اور زیادہ گرمی پہنچ گئی ہو تو اس کو فوراً زیادہ ٹھنڈا کرنا مناسب نہیں اور اسی طرح اس کے برعکس۔

③ وقت، موسم اور ملک کے مطابق ادویات استعمال کرنی چاہئیں۔ مثلاً سردی کے موسم میں زیادہ سرد اور گرم ادویہ گرمی کے موسم میں استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے اور معتدل ادویہ استعمال کی جائیں۔

(3) اوقات استعمال: اس کے فیصلے میں بھی چند باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

① مرض کے اوقات ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے یعنی مرض کس حالت میں ہے۔

② مریض کی قوت، اگر مریض قوی ہو تو استفراغ میں دیر نہ کی جائے لیکن اگر قوت ضعیف ہو تو استفراغ کرنے میں اس وقت تک دیر کریں جب تک بذریعہ غذا قوت کو نہ لوٹا یا جائے۔

③ موسم کی مناسبت، جیسے موسم سرما میں دوپہر کے وقت اور گرما میں صبح کے وقت استفراغ کیا جائے۔

یادداشت: ورم کی حالت میں اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ اُس کی ابتدا ہے تو رادع ادویہ کا استعمال کریں۔ درمیانی حالت میں رادع اور محلل ادویہ ملا کر استعمال کریں اور اگر انتہاء ہے تو صرف محلل ادویہ برتنی چاہئیں۔

(4) ادویات کا استعمال:

① صحیح تشخیص کے بعد صحیح تجویز کی ہوئی دوا استعمال کرائیں۔ جب تک تشخیص و تجویز میں شک ہو، دوا استعمال نہ کرائیں بلکہ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ صرف غذا روک دیں اور تسلی ہونے پر دوا استعمال کرائیں۔

② جہاں تک ممکن ہو، مفرد دوائیں استعمال کرائیں اور دوائیں بھی جب تک ہلکی دوا سے کام چل جائے، تیز ادویہ استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔

③ جہاں تک ممکن ہو کم ادویہ کا نسخہ استعمال کریں۔

④ زہریلی ادویات سے حتی الامکان پرہیز برتیں۔

⑤ جن ادویات کے خواص کیفیات کا علم نہ ہو یا جس مرکب کے اجزاء پوری طرح نہ جانتے ہوں ان کو استعمال نہ کریں۔

⑥ کسی مرض کو دور کرنے کے لئے اس وقت تک کوئی دوا نہ دیں جب تک مریض کی کیفیات اور مزاج کو درست نہ کر لیں۔

⑦ جسم میں فاسد مواد اور فضلات کی موجودگی میں مقویات کا استعمال نہ کرائیں، ایسی حالت میں وہ مرض کی زیادتی کا باعث ہوتی ہیں۔

⑧ کسی عضو کی مقوی دوا اس وقت استعمال کریں جب اس عضو کو دوا کے جذب کرنے کے لئے تیار کر لیا ہو۔

⑨ بغیر سوچے سمجھے شدید مسہلات، مدرات اور مقویات استعمال نہ کرائیں۔

⑩ مواد کو اعضائے رئیسہ کی طرف امالہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔

⑪ مریض جس مرض یا علامت کا ذکر کرے، فوراً اس کے لئے دوا اٹھا کر نہیں دے دینی چاہئے۔ بلکہ خود تشخیص کریں اور پھر دوا تجویز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جب مریض پیٹ کے درد کا ذکر کرے تو وہ درد آنتوں میں ہو یا جگر وغیرہ میں۔ اسی طرح یہ درد ریح بھی ہو سکتا ہے، سوزش سے بھی اور اس مقام پر ورم بھی ہو سکتا ہے۔

⑫ مریض اگر گرمی کی شکایت کرے تو اس کے لئے بغیر سوچ سمجھے تدبیر تجویز نہ کریں کیونکہ بے چینی اکثر ریاح کی شدت اور کسی عضو کے انقباض کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور ان کے لئے گرم ادویات کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہیضے کا مریض گرمی کی زیادتی اور پیاس کی شدت کا اظہار کرتا ہے اور اُس کے لئے سرد پانی زہر قاتل ہے۔

احکام استفراغ

استفراغ کے معنی جسم کو فضلات سے فارغ کرنا ہے۔ اطباء کی اصطلاح میں لفظ استفراغ سے اُن چیزوں کا بدنِ انسان سے خارج کرنا مراد ہے کہ اگر وہ چیزیں باقی رہ جائیں تو بدن میں طرح طرح کا فساد پیدا ہو کر افعال انسانی صحیح طور پر صادر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ذیل کی صورتوں سے کیا جاتا ہے: (۱) بذریعہ مسہل یا ملین (۲) بذریقہ حقنہ (۳) فصد (۴) قے (۵) حجامت (۶) حمام یا (۷) علق یا سینگیاں۔

یادداشت: ان استفراغات میں مسہل قے اور فصد عمومی ہیں اور باقی مقامی۔ عمومی استفراغ عام طور پر اس وقت کیا جاتا ہے جب مواد تمام جسم میں پھیلا ہوا ہو یا دوسرے الفاظ میں اخلاط میں اثر انداز ہو۔ اور مقامی استفراغ اُس وقت کیا جاتا ہے جب مادہ کسی خاص مقام پر رُکا ہوا ہو۔

شرائط استفراغ: ہر استفراغ میں ذیل کے امور کو ضرور مدنظر رکھا جائے: (۱) امتلاء (۲) قوت (۳) مزاج (۴) فربہی اور لاغری (۵) عوارض لازمہ (۶) عمر (۷) وقت (۸) ملک (۹) پیشہ (۱۰) عادت۔

(۱) **امتلاء:** اس سے مراد جسم کا مواد سے بھرا ہونا ہے۔ جب تک جسم میں مواد پایا جائے، استفراغ درست ہے اور بدن مواد سے خالی ہونے پر استفراغ روک دیا جائے۔

(۲) **قوت:** قوت سے مراد یہ ہے کہ مریض کے جسم میں اس قدر قوت ہے کہ استفراغ سے اُس کو ضعف و ناتوانی واقع نہ ہوگی۔ اگر مریض میں ضعف و ناتوانی زیادہ ہو تو استفراغ سے پرہیز کریں۔ البتہ اگر مواد کی شدت سے نقصان کا خطرہ ہو تو استفراغ ضرور کرا دینا چاہئے۔

(۳) **مزاج:** مزاج میں اگر گرمی خشکی اور سردی کی شدت ہو یا خون کی کمی ہو تو بغیر اشد ضرورت کے استفراغ سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۴) **فربہی اور لاغری:** فربہی اور لاغری میں بغیر ضرورت استفراغ کرنے سے انتہائی نقاہت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۵) **عوارض لازمہ:** بغیر مرض کا تعین کئے استفراغ مہلک ہوتا ہے۔ جیسے تپ محرقہ، زخم امعاء، اورام، بواسیر اور اسی طرح حمل کے دوران میں بھی استفراغ منع ہے۔

(۶) **عمر:** بغیر اشد ضرورت بچوں، بوڑھوں اور نازک مزاج مستورات کو استفراغ نہیں کرانا چاہئے۔

(۷) **وقت:** شدت گرما و سرما، بارش اور رات کے وقت بغیر اشد ضرورت کے استفراغ سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۸) **ملک:** انتہائی گرم اور سرد ممالک میں استفراغ درست نہیں۔

(۹) **پیشہ:** جن پیشوں میں مواد ویسے ہی تحلیل ہو جاتا ہو اُن کو استفراغ درست نہیں جیسے حمامی، حمال اور دوسرے محنت کش مزدور وغیرہ۔

(۱۰) **عادات:** جن لوگوں کو استفراغ کی عادت نہ ہو ان کو عام طور پر استفراغ نہیں کرانا چاہئے، البتہ ضرورت کے وقت ہلکا سا استفراغ کرا دیا جائے۔

مقاصد استفراغ

① موذی مواد کا بدن سے نکالنا۔
② موذی مادے کا بقدر برداشت نکالنا۔
③ استفراغ اس طرف کیا جائے جس طرف مادے کا میلان ہو۔
④ جو مواد نکالے جائیں ان کے راستے طبعی ہوں۔ مثلاً محدث جگر کا مادہ پیشاب کی راہ مقررہ سے، جگر کا مادہ پاخانے کی راہ، نیز جدھر سے نکالا جائے وہ ادنیٰ عضو ہو اور اس سے تعلق رکھتا ہو۔
⑤ استفراغ سے قبل مادے کو منضج دے لیا جائے۔ نضج مواد کی اُس حالت کا نام ہے جس سے وہ قوام میں معتدل ہو جائے اور آسانی سے خارج ہو سکے۔ کیونکہ زیادہ غلیظ اور لیسدار مواد آسانی سے خارج نہیں ہو سکتا۔ البتہ اشد ضرورت کے وقت بغیر نضج کے بھی استفراغ کرایا جا سکتا ہے۔

یادداشت: اگر استفراغ سے مادہ بکثرت خارج ہو رہا ہو تو گھبرانا نہیں چاہئے اور جب تک قابل اخراج مادہ نکلتا رہے اور مریض برداشت کر سکے، اُس وقت تک مادے کی کثرت سے قطعاً نہ گھبرائیں لیکن جب مواد خارج ہو جائے یا کمزوری کا خدشہ ہو تو استفراغ بند کر دیں۔

مسہلات

مسہلات استعمال کرنے میں یہ امر لازمی ہے کہ ادویات نہ صرف مزاج و کیفیات کے مطابق ہوں بلکہ ہر مرض اور عضو کے بھی مطابق ہوں۔ کیونکہ قدرت نے تقریباً ہر مرض اور علامت کا ایک جدا مسہل بنایا ہے اور کسی مسہل کا غیر مناسب جگہ پر استعمال باعث نقصان ہوتا ہے۔

مسہلات میں مندرجہ ذیل کے طریق پر عمل کرتے ہیں:

① جسم میں قوتِ انقباض کو بڑھا دیتے ہیں، اور ان کے بعد طبیعت اس کے ردِ عمل کی صورت میں اسہال لے آتی ہے۔ جیسے مصبر۔
② ادویات جسم میں حرارت پیدا کر کے مواد کو تحلیل کرتی اور اسہال لاتی ہیں۔
③ اس قسم کی ادویات جسم میں لیس اور لزوجیت پیدا کر دیتی ہیں اور طبیعت اُن کو خارج کرنے کی کوشش میں اسہال لے آتی ہے جیسے اسپغول۔
④ نمکین ادویہ کے استعمال سے جسم میں ملاحت بڑھ جاتی ہے اور طبیعت اس کا اخراج لازمی سمجھتی ہے اور اسہال آتے ہیں جیسے لاہوری نمک۔
⑤ بعض ادویہ جسم میں سوزش پیدا کر دیتی ہے اور طبیعت اس کو رفع کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اسہال آتے ہیں جیسے جمال گوٹہ۔
⑥ جسم میں جب ترشی یا کھار کی کثرت ہو جاتی ہے تو طبیعت ان کو اسہال کے ذریعہ خارج کرتی ہے۔ جیسے ترشی کی صورت میں املی آلو بخارا اور کھار کی صورت میں بھی کھار وغیرہ۔
⑦ جسم میں روغنی اغذیہ کی زیادتی اپنی حرارت اور لزوجیت سے اسہال پیدا کر دیتی ہے۔ جیسے بادام روغن۔

احکامِ مسہلات

① مسہلات کے استعمال میں اگر وقت ہو تو پہلے منضجات کا استعمال کر کے مادے کو صحیح طور پر پکا لیا جائے اور اس کے بعد ملینات استعمال کرائے جائیں۔ بعد ازاں مسہلات کا استعمال کیا جائے۔
② مسہلات کے دوران میں سکون و آسائش اختیار کی جائے اور اگر دوا سے متلی کی صورت پیدا ہو تو خوشبودار ادویات جیسے پودینہ وغیرہ سونگھائیں، یا تھوڑی مقدار میں استعمال کرا دیں۔

③ اگر مسہلات کے استعمال سے اسہال بکثرت آنے لگیں تو حابسات کھلا کران کو بند کریں۔

④ اگر دوائے مسہل پینے یا کھانے کے بعد دست نہ آئیں تو یہی بہتر ہے کہ طبیعت کو تحریک نہ دی جائے۔ بشرطیکہ کسی خوفناک مرض کا اندیشہ نہ ہو ورنہ فوراً حقنہ کرادیں، کیونکہ حقنہ شکم کے فاسد اخلاط کو خارج کر دیتا ہے۔

⑤ مسہل کے دورانِ عمل میں حمام کرنے سے مسہل کا فعل باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ مسہل سے قبل ایسا کرنا معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح مسہل ختم ہو جانے کے بعد حمام کرنے سے بقیہ مواد تحلیل ہو جاتا ہے۔

⑥ عمل مسہل ختم ہونے سے قبل یا فوراً بعد کھانا کھانا اس کے فعل کو باطل کر دیتا ہے، کیونکہ ایسے وقت میں طبیعت غذا کے ہضم میں مصروف ہو کر مواد کے دفع کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ نیز غذا کے ساتھ دوا کا ملنا اُس کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے۔ لیکن جب غذا اور دوا ہم جنس ہوں تو عمل مسہل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

⑦ جو لوگ نہار منہ مسہل ادویات برداشت نہ کریں تو انہیں مسہل لینے سے قبل کوئی ہلکا سا ناشتہ کر لینا چاہئے، جیسے دودھ، چائے یا پھلوں کا رس اور پھل وغیرہ۔

⑧ جن لوگوں کو دوا سے نفرت ہو، اُن کو ایسے مسہل دیئے جائیں جو دوائے غذائی کی صورت رکھتے ہیں۔ جیسے بادام روغن، مویز منقیٰ، انجیر اور گھی وغیرہ۔

⑨ اگر عمل مسہل کے دوران میں پیٹ میں درد یا مروڑ کی صورت پیدا ہو تو تھوڑا تھوڑا گرم پانی یا نیم گرم دودھ کا استعمال کرایا جائے۔ پیچش کی شدت ہونے میں اسپغول نیم گرم پانی سے استعمال کیا جائے۔

⑩ مسہل کے بعد عام طور پر لطیف و مقوی اغذیہ جیسے شوربہ چوزہ مرغ کا استعمال کرانا چاہئے۔ ثقیل اور دیر ہضم اغذیہ کے استعمال سے سدّوں اور بعض حالات میں آنتوں میں سوزش پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

احکام حقنہ

حقنہ کا مقصد یہ ہے کہ آنتوں کے مواد کو ملین سے خارج کیا جائے یا آنتوں میں کوئی دوا پہنچائی جائے۔ ملین کی صورت میں جب نیچے کے اعضاء سے مواد خارج ہو جاتے ہیں تو اوپر کے مواد نیچے کی طرف متوجہ ہو کر وہاں جذب ہو جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حقنے کی عملی تاثیر زیادہ تر معاءِ مستقیم اور امعاء کے نچلے حصہ پر ہوتی ہے۔ جس سے بدن کے بالائی حصے کے مواد ان مقامات پر کھینچ کر چلے آتے ہیں اور خالی ہو جاتے ہیں۔ قولنج، آنتوں کی خشکی یا آنتوں کے زخم کا بہترین علاج حقنہ ہے۔

اقسامِ حقنہ

(۱) مسہل آور حقنہ (۲) ملین حقنے (۳) غذا پہنچانے والے حقنے (۴) آنتوں کے زخم بھرنے والے حقنے (۵) آنتوں کے زخم صاف کرنے والے حقنے (۶) اسہال بند کرنے والے حقنے۔

اوقاتِ حقنہ

حقنہ کے لئے بہترین وقت صبح اور شام ہے، لیکن ضرورتِ شدید کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں اور ہر وقت حقنہ کیا جاسکتا ہے۔ خواہ دوپہر ہو یا نصف شب۔

احکامِ قے

عمل قے کا مقصد معدے اور جگر کے فضلات کا اخراج ہے۔ جس طرح جو مواد آنتوں میں ہوتے ہیں ان کو ملینات کے ذریعہ خارج کیا

جاتا ہے۔اس میں ذیل کے امور کومدِ نظر رکھا جائے۔

① جن لوگوں کو قے کی عادت نہ ہواُن کو تیز قے آور ادویات نہ دی جائیں، کیونکہ اس سے بعض اوقات بینائی اور سماعت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور کبھی کبھی کوئی شریان پھٹ جاتی ہے۔جس کی وجہ سے بہت سا خون خارج ہو کر ضعف کا باعث ہوتا ہے۔

② جن لوگوں کو نفث الدم (خون تھوکنا) کا مرض رہا ہو، ان کو کبھی قے نہیں کرانی چاہئے۔

③ جن لوگوں کو قے کی عادت ہو ان کو بھی بار بار قے نہیں کرنی چاہئے۔بعض لوگ روزانہ صبح حلق میں انگلی ڈال کر گلے اور سینے کو صاف کرتے ہیں۔یہ غلط ہے۔اس سے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور بڑھاپا جلد آ جاتا ہے۔

④ بہت موٹے انسانوں کو بھی قے نہیں کرانی چاہئے، اس سے دل بیٹھ جانے کا خطرہ ہے جیسے ہیضے میں یک لخت دل بیٹھ جاتا ہے۔اسی طرح جن مریضوں کو اسہال آتے ہوں یا دماغی امراض میں مبتلا ہوں انہیں بھی قے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

⑤ قے کرانے کے بعد پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملا کر کلی وغیرہ کرا دینی چاہئے۔

⑥ جن مریضوں کو خود بخود قے آ رہی ہو لیکن اُن کا فاسد مواد اخراج نہ پا رہا ہو تو اُن کی قے کو فوراً بند نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ملکی قے آور ادویہ کا استعمال کر کے فاسد مواد کا اخراج کر لیا جائے اور پھر بند کی جائے۔یہی صورت ہیضے میں بھی مدِ نظر رکھی جائے۔

احکامِ جذب وامالہ

اس طریقۂ علاج کا مقصد یہ ہے کہ مواد جسم کو کسی دوسرے حصہ جسم میں جذب یا پھیر دیا جائے۔مثلاً پیٹ میں درد ہو تو پیٹ کے اوپر پلستر لگانا یا سینگیاں اور گلاس کھینچنا۔اس میں ذیل کے امور کو ملحوظ رکھا جائے۔

① اگر مادہ کسی عضو کی طرف گرنے کے لئے تیار ہو تو اُسے ایک مقام کی طرف جذب کیا جائے خواہ وہ دوسرا مقام جہاں جذب کیا جا رہا ہو۔ وہاں درد واقع ہو۔

② اگر مادہ کسی عضو میں آ چکا ہو اور اُسے آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہو تو اُس مادہ کو اُس عضو کے قریبی عضو کی طرف جذب کیا جائے جیسے رحم کا مادہ سینگیوں کے ذریعہ پنڈلیوں کی طرف جذب کیا جاتا ہے۔

③ لیکن اگر اُس عضو میں مادے کو آئے ہوئے زیادہ زمانہ ہو چکا ہو اور وہ وہاں ٹھہر چکا ہو تو اُس مادے کو کسی طرف جذب نہ کیا جائے بلکہ خاص اُسی عضو سے بہا کر خارج کیا جائے جیسے جونکیں لگائی جائیں۔

امالہ اور جذب جس طرح سنگیوں، گلاس اور جونکوں سے کیا جاتا ہے، اسی طرح مسہل، قے، حقنہ، فصد اور حجامت سے بھی کیا جا سکتا ہے۔امالہ اور جذب کا مقصد صرف مواد کو ایک طرف سے دوسری طرف یا تکلیف کے مقام سے صحت کی طرف پھیر دینا ہے۔

فصد

فصد ایک ایسی صورت کا نام ہے جس میں رگوں سے بوقتِ ضرورت استفراغ یا جذب وامالہ کے لئے خون کو خارج کیا جاتا ہے۔

یادداشت: عام طور پر اطباء کا یہ خیال ہے کہ فصد سے گندے اخلاط یا گندہ خون خارج کیا جاتا ہے۔یہ بالکل غلط ہے۔فصد سے مراد صرف یہ ہے کہ جسم میں جو رطوبات کسی مقام پر رُک گئی ہیں اور اخراج نہیں پاتیں۔اُن کو عمل فصد سے خون کے اندر جذب کیا جائے اور جہاں جہاں بلغم یا رطوبات کی کثرت سے خون نہیں پہنچ سکتا، وہاں پر خون پہنچایا جائے۔ بالفاظِ دیگر جہاں جہاں رطوبت کی زیادتی ہے، وہاں پر خشکی پیدا کر دی جائے۔اسی طرح اُن اطباء کا خیال بھی درست نہیں، جو ہر مرض میں فصد کھولنے کے قائل ہیں۔فصد عام طور پر ایسے امراض میں کھولا جاتا ہے جن

میں بعض مقامات پر رطوبات کی زیادتی ہو اور وہاں پر دورانِ خون پوری طرح دورہ نہ کرتا ہو یا پرانے امراض اور پرانی سوزش میں وہاں پر دوران خون کو تیز کرنا اور سوزش کو رفع کرنا مقصود ہو۔ بلا وجہ فصد کھول دینے سے خون کا ایک کثیر حصہ اور مفید حصہ جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ جس سے جسم میں ضعف اور خاص طور پر دِل میں ضعف واقع ہو جاتا ہے۔

احکامِ فصد

① فصد سے قبل تھوڑی سی ہلکی اور لطیف غذا اور فصد کے بعد مقوی ادویہ مثلاً خمیرہ، جوارش اور دیگر مفرحات کا استعمال کرانا چاہئے۔ غشی کی صورت میں مقویاتِ قلب جیسے خمیرہ عنبری جواہر والا استعمال کرایا جائے۔ نیز فصد کے بعد کافی آرام کرنا چاہئے اور کافی دیر تک بغیر اشد ضرورت غذا نہیں دینی چاہئے۔

② حاملہ عورتوں کو فصد نہیں کرنا چاہئے، اس سے جنین کے ساقط ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی طرح ایامِ حیض میں فصد نہ کیا جائے اس سے ایام میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے۔

③ گرم مزاج، لاغر اندام اور قلیل الدم اشخاص کو فصد تجویز نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا ہی لحیم وشحیم اشخاص جن کے بدن ڈھیلے ڈھالے ہوں، اُن کو بھی بلا اشد ضرورت کے فصد منع ہے۔

④ شدت گرما و سرما میں بلا اشد ضرورت فصد سے پرہیز کرنا چاہئے۔

⑤ رنج وغم اور خوف میں بھی فصد منع ہے۔

⑥ اکثر اقسام حمیات (بخار) خصوصاً ابتدائی حالت میں فصد کرنا خوفناک امر ہے۔ اس سے تپ میں شدت، جسم میں سوزش اور ورم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور خصوصاً سرسام کا، اسی طرح تپ دق میں فصد بالکل ممنوع ہے۔

⑦ 14 سال سے کم عمر اور 60 سے اوپر کو بغیر اشد ضرورت اور قوئ قوی اور اعضاء میں خون کی کثرت کے فصد منع ہے۔

⑧ فصد مہینے کی ہر تاریخ اور دِن کے ہر حصہ میں ہو سکتا ہے۔ لیکن صبح اور تیسرے پہر کا وقت زیادہ مناسب ہے۔

⑨ اگر فصد کی حالت میں غشی کی شدت ہو تو سرد پانی یا عرق گلاب کے منہ پر چھینٹے دینا اور مناسب عطریات و لخلخہ وغیرہ کا سونگھانا اور اسی قسم کی دیگر تدابیر اختیار کرنا چاہئے۔

⑩ فصد کو آخری علاج نہیں سمجھ لینا چاہئے، اس کے بعد مریض کا باقاعدہ علاج کرنا چاہئے۔ فصد سے صرف مرض کا امالہ اور اخلاط کا انجذاب منظور ہے۔

فوائدِ فصد

① خونی مزاج اور بہت زیادہ کھانے پینے والے اشخاص کے لئے فصد ایک قوی علاج ہے۔

② عام طور پر کہنی کی رگوں کا فصد کیا جاتا ہے۔ لیکن فصد رگ قیفال سے سر کے مرض کو اور فصدِ رگ باسلیق سے جسم کے زیریں حصے میں مرض کو جلد نفع ہوتا ہے اور رگِ اکحل (ہفت اندام) کی فصد میں دونوں رگوں کے فصد کے فوائد جمع ہیں۔

③ ذہنی اسلیم کی فصد جگر کے دردوں اور بائیں کو فصد تلی کے دردوں کو دور کرتی ہے۔ رگِ عرق النساء کی فصد مرض عرق النساء اور دوالی اور نقرص میں بھی فائدہ مند ہے۔

④ رگِ صافن کی فصد حیض کے جاری کرنے میں کار آمد ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے وہ فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جو فصدِ رگِ عرق النساء سے

حاصل ہوتے ہیں۔

حجامت

حجامت کا مقصد جسم پر پچھنے لگا کر سنگیوں سے خون کو جذب کرنا ہے۔ یہ فعل فصد کی نسبت ضعیف ہے۔ کیونکہ اس سے محض اُس عضو کے آس پاس کا خون جذب ہو کر آتا ہے۔ برعکس اس کے فصد سے دور دور کے اعضاء کا خون خارج ہوتا ہے۔

بلحاظ فوائد سب سے قوی حجامت پنڈلیوں کی ہے، کیونکہ یہ عمل فصد کے قریب قریب ہے۔ یہ حیض کو جاری اور خون کو صاف کرتا ہے۔ اس طرح آشوبِ چشم، گندہ دہنی، مُنہ آنا، دردِ سر جیسے امراض جن میں خون کے اندر ہیجان یا مواد کی زیادتی ہو، گدّی پر سنگیاں کھنچوانا مفید ہے، کیونکہ اس سے ان مقامات کا خون جذب ہو کر آ جاتا ہے اور امالہ ہو جاتا ہے، لیکن بار بار ایسا کرنے سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔

حجامت کے بھی وہی شرائط ہیں جو اوپر فصد میں بیان کئے گئے ہیں۔ البتہ حجامت جسم کے ہر حصہ اور ضرورت کے مطابق دِن رات میں کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے بچوں کو اس سے پرہیز کرانا چاہئے۔

